Al-Azhār

Volume 8, Issue 2 (July-December, 2022)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/19

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/417

Article DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.7523549

Title Al-Mu'an'an and dissenting opinions of Tarditionists

Author (s): Noor ur Rehman Hazarvi, Dr.Muhammad Imran and Muhammad Inam ul Haq

Received on: 26 January, 2022

Accepted on: 27 March, 2022

Published on: 25 December, 2022

Citation: Noor ur Rehman Hazarvi, Dr.Muhammad Imran and Muhammad Inam ul Haq, Al-Mu'an'an and dissenting opinions of

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

Al-Mu'an'an and dissenting opinions of Tarditionists

*Noor ur Rehman Hazarvi
**Dr.Muhammad Imran
***Muhammad Inam ul Haq

Abstract:

Hadith Sciences employ various techniques to ascertain the sayings of the Apostle of Allah. The continuous chain of narration is of great significance in this regard and there are different perspectives of Imams regarding this. Some hold that being a contemporary suffices to link the chain of narration whereas there is a stricter viewpoint in which Imams ascertain if the narrators have met under a single roof or not. The latter ones dismiss being contemporary to be enough for the validation of narration.

Thus Imam Bukhari holds the meeting of narrators as a pre requisite for continuation of narration whereas for Imam Muslim it is sufficient if the narrators have been contemporaries for ascertaining continuity of narration. This article aims to offer a review of this important issue.

***Key words**: Hadith, Isnad, Muanan, meeting, Imam, Bukhari, Muslim, Mudallis, Qareena.*

*Ph. D Scholar Faculty of Usuluddin, Department of Hadith, International Islamic University, Islamabad
**Assistant Professor, Sheikh Zayed Islmaic Center, University of Peshawar
***Ph.D Scholar, Department of Hadith , International Islamic University, Islamabad

"اسناد معنعن" ،علوم الحدیث کے ان معرکۃ الآراء مسائل میں شمار ہوتا ہے، جس کی بابت متقدمین اہلِ علم کے درمیان اختلاف رہاہے۔ یہ نزاع، حقیقی نزاع ہے، جس کا اثر حدیث کی صحت وضعف کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ امام مسلمؒ اس بابت یہ رائے رکھتے ہیں کہ راوی کا اگر مروی عنہ سے سماع ثابت نہ ہو اور دونوں با ہم معاصر ہوں اور ان کے درمیان ملاقات ممکن ہو اور عدم لقاء پر قوی قرینہ نہ ہو تو ایسی سند اتصال پر محمول ہوگی بشرطیکہ وہ راوی ثقہ ہو اور مدلس نہ ہو، جب کہ ان کے بالمقابل امام بخاریؒ اور ان کے شیخ امام علی ابن المدینیؒ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اسناد معنعن کے اتصال پر محمول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عنعنہ کرنے والے راوی کا مروی عنہ سے کم از کم کسی ایک حدیث میں سماع ثابت ہو۔ پیش نظر مضمون میں فریقین کے موقف اور ان کے دلائل کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے، اور دلائل کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ اس بابت امام بخاریؒ اور ان کے شیخ امام ابن المدینیؒ کا مذہب مضبوط اور احوط ہے، بلکہ جمہور نقاد کا بھی یہی مذہب ہے اور اس مسئلہ میں اس رائے پر متقدمین محدثین کا اجماع ہے، جو رائے امام بخاریؒ نے اختیار کی ہے۔

اسنادِ معنعن کا تاریخی پس منظر:

"اسناد معنعن" کا مسئلہ "علوم الحدیث" کے ان ابتدائی امہات القضایا میں شمار ہوتا ہے، جس کی بابت متقدمین اہلِ علم کے درمیان اختلاف رہاہے۔ یہ کوئی جانبی اختلاف نہیں، بلکہ حقیقی اختلاف ہے، جس کا اثر بہت سی احادیث پر حکم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کو سب سے پہلے امام مسلمؒ زیر بحث لائے ہیں، انہوں نے اپنی "صحیح" کے مقدمہ میں اس کے لئے باقاعدہ ایک مستقل "فصل" قائم کی اور اس پر طویل اور مفصل کلام کیا اور اپنے مخالفین کے خلاف نہایت سخت لب ولہجہ استعمال کیا اور انہیں "نام نہاد" محدثین کا خطاب دیتے ہوئے "اجماع" کا مخالف قرار دیا۔ بقول امام ابن رُشَید فہریؒ کے، شاید امام مسلمؒ کو یہ علم نہیں تھا کہ جس رائے پر انہوں نے اس زور وشور سے رد کیا، وہی رائے امام علی بن مدینیؒ اور امام بخاریؒ کی بھی ہے، شاید ان کے مخاطب ان کے بعض اقران یا دوسرے درجہ کے بعض محدثین ہیں، اگر انہیں علم ہوتا کہ ان کے ان دو

شیوخ -جو علم علل کے اساطین ہیں- کی بھی یہی رائے ہے تو شاید وہ اس رائے کو شاذ قرار نہ دیتے، بلکہ وہ اپنے ان شیوخ کی رائے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے۔[1]

بلکہ امام مسلمؒ کے اسلوب سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید انہیں یہ علم بھی نہیں تھا کہ اسنادِ معنعن کو اتصال پر محمول کرنے کے لئے ثبوتِ سماع یا لقاء کی شرط، کبار متقدمین ائمہ حدیث کا مذہب ہے ، جن میں امام شعبہؒ، سفیان ثوریؒ ، امام مالکؒ امام یحییٰ بن سعید قطانؒ ، امام ابنِ عیینہؒ امام ابن مہدیؒ ، امام شافعیؒ امام احمدؒ، امام ابوزرعہؒ، امام ابو حاتمؒ، امام نسائیؒ وغیرہ اساطینِ حدیث قابلِ ذکر ہیں۔ ورنہ تو وہ کبھی "معاصرت مع امکان لقاء" کے مذہب پر اجماع کا دعویٰ نہ کرتے۔

بلکہ بعض تابعین سے بھی اسی مذہب پر عمل منقول ہے، چنانچہ امام احمدؒ فرماتے ہیں: "ہمیں ابو داؤد طیالسیؒ نے، انہیں امام شعبہؒ نے، اور انہیں معاویہ بن قرۃؒ نے بتایا کہ میرے والد قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے یہ حدیث سنائی۔ معاویہ بن قرۃؒ کہتے ہیں: معلوم نہیں، میرے والد نے یہ حدیث ان سے خود براہِ راست سنی ہے یا کسی اور کے واسطے سے سنی ہے...... قرہ بن ایاس بن ہلال مزنیؓ صغار صحابہ میں سے ہیں، انہوں رسول اللہ ﷺ کا زمانہ مبارک پایا اور ان کی ان سے ملاقات وسماع بھی ممکن ہے، مگر اس کے باوجود ان کے بیٹے معاویہؒ ان کے سماع میں متوقف ہیں۔ معلوم ہوا کہ معاویہؒ اثباتِ سماع میں اور عنعنہ کو اتصال پر محمول کرنے میں "معاصرت مع امکانِ لقاء" کو کافی نہیں سمجھتے تھے، یہاں تک کہ راوی کم از کم کسی ایک حدیث میں سماع کی تصریح نہ کرلے یا ان کا لقاء ثابت نہ ہو جائے۔

امام مسلمؒ کے بعد متاخرین اہلِ علم دو گروہوں میں تقسیم ہوئے۔ ایک جماعت نے امام مسلمؒ کا مسلک اختیار کرتے ہوئے اس کا دفاع کیا اور اسی کو راجح اور صواب قرار دیا۔ جب کہ اہلِ علم کی ایک اور جماعت نے امام بخاریؒ اور ان کے شیخ علی بن مدینیؒ کی رائے کو پسند کیا اور امام مسلمؒ نے اپنے مذہب کی تایید میں جو دلائل پیش کیے، انہیں کمزور اور ناکافی قرار دیتے ہوئے ان کے خصم کے دلائل کو ٹھوس اور مضبوط قرار دیا۔

ہمارے علم کے مطابق امام مسلمؒ (٢٦١ھ) کے بعد یہ اختلاف دو صدیوں سے زائد عرصہ تک دبا رہا، یہاں تک کہ قاضی عیاضؒ (٥٤٤ھ) اور ان کے بعد امام ابن الصلاحؒ (٦٤٣ھ) نے اس میں دوبارہ جان ڈال دی اور اس مسئلہ کو انہوں نے بھی کافی شدومد سے بیان کیا اور امام مسلمؒ نے جس رائے کو شاذ قرار دیا تھا ، انہوں نے قرار دیا کہ شاذ رائے امام مسلمؒ والی ہے، اور جس رائے کو انہوں نے شاذ اور خلاف اجماع کہا ہے، وہ دراصل امام بخاریؒ اور ان کے شیخ امام ابن المدینیؒ کی رائے ہے اور عصر الروایہ میں ائمہ نقاد اسی مذہب پر عمل کرتے تھے۔

ان کے بعد ابن رُشَید سبتیؒ (ت ٧٢١ھ) نے پہلی مرتبہ اس موضوع پر باقاعدہ ایک کتاب لکھی: "السَّنَن الأبيَن والمَوْرِد الأمْعَن في المحاكمة بين الإمامين في السند المعَنْعَن"، اس میں انہوں نے امام بخاریؒ کے مسلک کو راجح اور صواب قرار دیا اور "آداب الحوار" کی بھرپور رعایت کرتے ہوئے امام مسلمؒ کے دلائل کے انتہائی ٹھوس جوابات دیے۔

بعض حضرات کے بقول جمہور متأخرین امام مسلمؒ کے مذہب پر ہیں۔ یہ بات اگر درست تسلیم کرلی جائے تو جمہور سے مراد محض جمہور محدثین نہیں، بلکہ جمہور فقہاء، اصولیین وغیرہ اہلِ اختصاص ہیں ، جن میں محدثین کی ایک جماعت بھی شامل ہے ورنہ تو متأخرین میں سے محدثین کے چوٹی کے علماء جن کو علم علل اور نقد السنہ میں مجتہدانہ بصیرت حاصل ہے وہ اس مسئلہ امام بخاریؒ وغیرہ کے مذہب پر ہیں۔ اور اسی مذہب اور رائے پر وہ عمل کرتے اور اس کا دفاع کرتے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض نے تو باقاعدہ امام مسلمؒ پر اپنی کتب میں رد بھی کیے ہیں اور ان کے دلائل کے وہن اور ضعف کو واضح اور آشکار کیا ہے اور ان میں سے کچھ حضرات نے امام بخاریؒ کے مذہب پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوریؒ (ت ٤٠٥ھ) کے حوالے سے ابن رشیدؒ نے امام بخاریؒ کے مذہب پر اجماع نقل کیا ہے۔(2)

امام ابن عبد البرؒ (ت ٤٦٣ھ) نے تو صراحتاً اجماع کا دعویٰ کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''اعلم -وفّقك الله- أني تأملت أقاويل أئمة أهل الحديث، ونظرت في كتب من اشترط الصحيح في النقل منهم ومن لم يشترطه؛ فوجدتهم أجمعوا على قبول الإسناد المعنعن لا خلاف بينهم في ذلك إذا جمع شروطًا ثلاثة وهي: عدالة المحدثين في أحوالهم، ولقاء بعضهم بعضا مجالسةً ومشاهدةً وأن يكونوا برآءَ من التدليس''۔ (3)

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی اسناد معنعن میں یہ تین شرطیں پائی جائیں کہ راوی سب ثقہ ہوں، تدلیس سے پاک ہوں اور ان کی باہمی ملاقات ثابت ہو تو ایسی سند معنعن کے قبول ہونے پر اجماع ہے۔ گویا اسناد معنعن کے اتصال پر محمول ہونے کے لئے باہمی ملاقات کے ثبوت کی شرط اجماعی اور متفق علیہ ہے۔

خطیب بغدادیؒ (ت ۴۶۳ھ) نے بھی ثبوتِ لقاء پر اجماع کا دعوی کیا ہے، فرماتے ہیں: ''وأهل العلم بالحديث مجمعون على أن قول المحدث "حدّثنا" فلان "عن" فلان، صحيحٌ معمولٌ به، إذا كان شيخه الذي ذكره يعرف أنه قد أدرك الذي حدث عنه ولقيه وسمع منه، ولم يكن هذا المحدث ممن يدلس''. (4)

حافظ ابن الصلاحؒ (ت ۶۴۳ھ) فرماتے ہیں: ''والصحيح -والذي عليه العمل- أنه من قبيل الإسناد المتصل، وإلى هذا ذهب الجماهير من أئمة الحديث وغيرهمَ....... وادعى أبو عمرو الداني -المقرئ الحافظ- إجماع أهل النقل على ذلك. وهذا بشرط أن يكون الذين أضيفت العنعنة إليهم قد ثبتت ملاقاة بعضهم بعضًا، مع براءتهم من وصمة التدليس. فحينئذٍ يحمل على ظاهر الاتصال، إلا أن يظهر فيه خلاف ذلك''..... (5)

حافظ ابن الصلاحؒ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''والّذي صار إليه مُسلم هو المستنكر وما أنكره قد قيل: إِنَّه القَوْل الَّذِي عَلَيْهِ أئِمَّة هذا العلم عليّ بن المديني والبخاري وغيرهما''۔ (6)

اس کے بعد ابن رشید (ت ۷۲۱ھ) آئے اور انہوں نے اس مسئلہ پر باقاعدہ ایک کتاب لکھی، جس میں انہوں نے اس بابت مختلف مذاہب بیان کیے اور کتاب کے اندر ایک مستقل باب قائم کیا، جس میں انہوں نے امام مسلمؒ کے دلائل ذکر کے ان کے ایک ایک کر کے جوابات دیے۔ ان کے جوابات اور علمی نقض کا جائزہ

لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں علم حدیث اور نقد السنہ میں کس قدر مجتہدانہ مہارت وبصیرت حاصل تھی، اس کے ساتھ ساتھ ان کے امام مسلمؒ کے ساتھ حسنِ ادب اور ان کے لئے حسنِ اعتذار نے ان کی شخصیت کو چار چاند لگادیے۔ شروع شروع میں ابن رشیدؒ بھی امام مسلمؒ کے مذہب پر تھے، پھر اپنے ایک ہم عصر محدث اور فقیہ ابو القاسم قاسم بن عبد اللہ انصاریؒ سے ان کا اس مسئلہ پر طویل مباحثہ ہوا، جس کے نتیجہ میں ابتدائی طور پر ان کا نقطہ نظر تبدیل ہو گیا، رات کو گھر جا کر انہوں نے دونوں ائمہ کی شخصیات اور ان کے دلائل میں مزید غور وفکر کیا اور رات بھر ان کا دقیق جائزہ لیا، جس سے ان کی قناعت اور اطمینان میں مزید اضافہ ہو گیا۔ بعد ازاں وہ دوبارہ محدث ابو القاسمؒ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے سامنے اپنے نتائجِ بحث پیش کیے اور کچھ مزید مناقشہ ہوا، جس کے نتیجہ میں انہوں نے بھی اپنی بعض آراء سے رجوع کر لیا۔ بعد ازاں انہوں نے ابن رشیدؒ سے ان افکار اور مباحث کو قلم بند کرنے کا کہا کہ کہیں زمانہ کی دست برد کی نظر نہ ہو جائیں۔ اور نتیجۃً یہ عظیم الشان کتاب "السَنَن الأبین" منظر عام پر آئی جس نے بہت سے اہلِ علم کے نقطہ نظر کی تبدیلی یا تقویت میں اہم کردار ادا کیا۔

حافظ ذہبیؒ (ت ۷۴۸ھ) دونوں مذاہب کو ذکر کرنے کے بعد امام بخاریؒ کے مذہب کے متعلق فرماتے ہیں: "وھو الأصوب الأقوی". (7)

ان کے بعد حافظ صلاح الدین علائیؒ (ت ۷۶۱ھ) آئے اور انہوں نے بھی اس مسئلہ پر اپنی کتاب (جامع التحصیل في أحکام المراسیل) میں ۲۰، ۲۲ صفحات پر مشتمل طویل کلام کیا۔ انہوں نے بھی تقریباً وہی اسلوب اور انداز اختیار کیا جو ابن رشید فہریؒ نے اپنی کتاب "السنن الأبین" میں اختیار کیا تھا، بلکہ اگر بنظر غائر دونوں کتب کا مقارنہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انہوں نے اس مسئلہ کی تحقیق میں ابن رشیدؒ کی کتاب پر کلی یا نیم کلی اعتماد کیا ہے، انہوں نے تقریباً مکمل مواد ابن رشید کی کتاب ہی سے لیا ہے، بلکہ بہت سے مقامات پر انہوں نے تعبیرات تک بھی تبدیل نہیں کی ہیں۔ اور اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱۷ پر انہوں نے اس کتاب کی طرف یک

گونہ اشارہ بھی کیا ہے۔ بہر حال وہ بھی اس مسئلہ میں امام بخاریؒ وغیرہ نقاد متقدمین کے مذہب کی ترجیح کی طرف گئے ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں: ''الحكم بالإرسال هنا إنما هو على اختيار ابن المديني والبخاري وأبي حاتم الرازي وغيرهم من الأئمة وهو الراجح كما تقدم دون القول الآخر الذي ذهب إليه مسلم وغيره من الاكتفاء بالمعاصرة المجردة وإمكان اللقاء''۔ (8)

اسی طرح حافظ ابن رجب حنبلیؒ (ت ۷۹۵ھ) نے بھی اپنی عظیم الشان کتاب "شرح علل الترمذي" میں اس مسئلہ پر نہایت مفصل کلام کیا اور امام بخاریؒ، وغیرہ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے اسے جمہور متقدمین کا قول قرار دیا اور امام مسلمؒ کے اس قول پر نکیر کرنے پر سخت رد کیا اور کہا: ''فإذا كان هذا هو قول هؤلاء الأئمة الأعلام، وهم أعلم أهل زمانهم بالحديث وعلله وصحيحه وسقيمه مع موفقة البخاري وغيره فكيف يصح لمسلم -رحمه الله- دعوى الاجماع على خلاف قولهم، بل اتفاق هؤلاء الأئمة على قولهم هذا يقتضي حكاية إجماع الحفاظ -المعتد بهم- على هذا القول، وأن القول بخلاف قولهم لا يعرف عن أحد من نظرائهم، ولا عمن قبلهم ممن هو في درجتهم وحفظهم....فلا يبعد حينئذٍ أن يقال: هذا هو قول الأئمة من المحدثين والفقهاء''۔ (9)

علامہ زین الدین عراقیؒ (ت ۸۰۲ھ) نے بھی اپنی مختلف کتب مثلاً: "التقييد والإيضاح"، "ألفية الحديث" اور اس کی شرح میں امام بخاریؒ اور جمہور متقدمین کے مذہب کو صحیح قرار دیا ہے، ان کے الفاظ حافظ ابن الصلاحؒ کے الفاظ سے تقریباً ملتے جلتے ہیں۔

ان کے بعد ان کے شاگرد علامہ ابن حجرؒ خاتمۃ الحفاظ (ت ۸۵۲ھ) آئے، انہوں نے بھی اس مسئلہ کو اپنی مختلف کتب میں بیان کیا اور وہ بھی اس مسئلہ میں امام بخاریؒ کی صف میں کھڑے نظر آئے، ان کی کتاب "نزهة النظر شرح نخبة الفكر" میں ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں: ''وعنعنة المعاصر محمولة على السماع.

وقيل: يشترط ثبوت لقائهما، ولو مرةً، وهو المختار؛ تبعًا لعلي بن المديني والبخاري وغيرهما من النقاد"۔[10]

اسی طرح اپنی ایک اور کتاب "النکت علی کتاب ابن الصلاح" میں انہوں نے امام شافعیؒ کا کلام ذکر کیا اور فرمایا کہ ان کے کلام کا مقتضٰی اور موجَب بھی ثبوتِ لقاء یا سماع کا ضروری ہونا ہے، اس کے بعد انہوں نے فرمایا: "والحامل للبخاري على اشتراط ذلك تجويز أهل ذلك العصر للإرسال فلو لم يكن مدلّسًا، وحدّث عن بعض من عاصره لم يدلّ ذلك على أنه سمع منه؛ لأنه وإن كان غير مدلس، فقد يحتمل أن يكون أرسل عنه لشيوع الإرسال بينهم، فاشترط أن يثبت أنه لقيه وسمع منه ليحمل ما يرويه عنه بالعنعنة على السماع؛ لأنه لو لم يحمل على السماع لكان مدلسا والغرض السلامة من التدليس. فتبين رجحان مذهبه."۔[11]

اس کے بعد انہوں نے امام مسلمؒ کے دلائل ایک ایک کر کے ذکر کیے اور ان کے جوابات دیے۔

افادہ عامہ کی غرض سے ذیل میں اس مسئلہ اور اس سے متعلق استعمال ہونے والی اصطلاحات، دونوں مذاہب کی تنقیح، ان کے دلائل کا جائزہ اور راجح مذہب کی تعیین مع وجوہِ ترجیح اور معاصر اہلِ علم کی اس مسئلہ پر لکھی گئی کتب کے مختصر تعارف پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے، وباللہ التوفیق:

"عنعنہ" اور اسنادِ معنعن کی تعریف:

"عنعنة" "فعللة" کا مصدر ہے، اس کا فعل "عنعن" ہے، اس کے معنی ہیں: راوی کا "عن" کے ساتھ روایت کرنا۔[12] ..... جبکہ اسنادِ معنعن سے مراد وہ سند ہے، جس میں راوی روایت کرتے وقت "عن" کا صیغہ استعمال کرے۔ مثلاً: راوی کہے: عن الشعبي، عن مسروق، عن عائشة رضي الله تعالى عنها۔ اس سند میں تین جگہوں پر "عن" کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔[13]

اسنادِ معنعن کی تعریف: اسنادِ معنعن سے مراد وہ سند ہے، جس میں راوی روایت کرتے وقت "عن" کا صیغہ استعمال کرے[14]۔ مثلاً: راوی کہے: عن الشعبي، عن مسروق، عن عائشة رضي الله تعالى عنها۔ اس سند میں تین جگہوں پر "عن" کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

"عنعنہ" کے معنی: "عنعنة" "فعللة" کا مصدر ہے، اس کا فعل "عنعن" ہے، اس کے معنی ہیں: راوی کا "عن" کے ساتھ روایت کرنا۔[15]

"عنعنہ" اور "تدلیس وانقطاع" کے درمیان تعلق: راویانِ حدیث جب لوگوں کے سامنے حدیث بیان کرتے تو اس وقت وہ "سند" میں مختلف الفاظ اور صیغے استعمال کرتے، مثلاً: أخبرنا، حدّثنا، أنبأنا، سمعتُ، عن، أنّ، قال فلان، ذکر فلان، حدّث فلان، وغیرہ۔ ان میں سے ابتدائی چار صیغے "اتصالِ سند" میں نص ہیں، الا یہ کہ تصریح بالسماع کا خطأ ہونا ظاہر ہو جائے۔ جب کہ باقی الفاظ نہ اتصال کا فائدہ دیتے ہیں اور نہ ہی انقطاع کا۔ خصوصًا "عن" کہ اس کا استعمال اتصال اور انقطاع دونوں کے لئے ہوتا ہے۔ البتہ منقطع اور غیر متصل اسانید میں رواتِ حدیث کی جانب سے "عن" کا استعمال بکثرت ہوا ہے، چنانچہ مدلسین اسانید غیر متصلہ میں اور مُرسِلین اسانید مرسلہ میں "عن" کا بکثرت استعمال کرتے تھے اور یہ ان کہ عادت بن چکی تھی؛ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ائمہ حدیث نے اسناد معنعن کے حوالے سے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے اور اس پر اتصال کا حکم لگانے کے لئے کچھ شرائط لگائی ہیں، البتہ بعض نے ان شرائط میں کچھ تساہل سے کام لیا ہے، جیسے امام مسلمؒ، بعض نے اعتدال کا مظاہرہ کیا ہے، جیسے امام ابن المدینیؒ ور اور ان کے شاگرد امام بخاریؒ، جب کہ کچھ نے نہایت تشدّد وغلّو سے کام لیا ہے مثلاً: بعض فقہاء متأخرین، ابو المظفر سمعانیؒ وغیرہ۔

اسناد معنعن کی بابت اختلاف اور مذاہب: صحتِ حدیث کے لئے پانچ شرطیں ہیں، ان میں سے ایک اہم شرط "اتصالِ سند" ہے، کہ سند میں مذکور ہر راوی نے حدیث مروی عنہ سے براہِ راست حاصل کی ہو۔ اب اگر راوی براہِ راست سننے پر دلالت کرنے والے الفاظ (مثلاً: سمعتُ، حدَّثني، أخبرني وغیرہ) استعمال کرے تب تو

بالاتفاق اس سند کو "متصل" کہا جائے گا، الا یہ کہ تصریح بالسماع کسی راوی کا وہم ہونا ثابت ہو جائے...... لیکن راوی اگر کوئی محتمل صیغہ (مثلاً "عن" وغیرہ) استعمال کرے-جس میں سننے اور نہ سننے دونوں کا احتمال ہو-تو ایسی صورت میں اسناد معنعن کو اتصال اور عنعنہ کو سماع پر محمول کیا جائے گا، یا انقطاع اور ارسال پر اور کب؟؟

اس بابت چار مذاہب اہلِ علم کے درمیان معروف ہیں:

۱ ـ **بعض فقہاء متأخرین کا مذہب:** اسناد معنعن حجت نہیں اور یہ مطلقاً انقطاع پر محمول ہوگی، گویا ان حضرات کے نزدیک کسی سند کے متصل ہونے کے لئے ہر حدیث میں سماع کی تصریح ضروری ہے یا یہ کہ سماع کا علم کسی اور "طریق" سے ہو جائے۔ امام نوویؒ اور ابنِ رشیدؒ نے اس مذہب کو باجماعِ سلف مردود قرار دیا ہے؛ لہذا اس کے دلائل ذکر کرنے اور ان کا رد کرنے کی ضرورت نہیں[16]۔ بعض نے اس مذہب کو امام شعبہؒ کی طرف منسوب کیا ہے، مگر ان کا رجوع ثابت ہے[17]۔ واللہ أعلم۔

۲ ـ **ابو المظفر سمعانیؒ کا مذہب:** اسناد معنعن اتصال پر تب محمول ہوگی جب راوی اور مروی عنہ کے درمیان "طولِ صحبت" ہو، نیز عنعنہ کرنے والا مدلّس نہ ہو، یہ قول سمعانیؒ کے علاوہ کسی اور سے منقول نہیں[18]، یہ بھی سابقہ مذہب کی طرح شاذ اور تشدد پر مبنی ہے؛ لہذا اس سے تعرض بھی وقت کا ضیاع ہے۔

۳ ـ **امام ابن المدینیؒ و بخاریؒ وغیرہ کا مذہب:** جمہور متقدمین-جن میں امام ابن المدینیؒ اور امام بخاریؒ بھی شامل ہیں-کا مذہب یہ ہے کہ اگر عنعنہ کرنے والے راوی کی مروی عنہ سے ایک بار بھی ملاقات ثابت ہو جائے یا کسی ایک حدیث میں سماع کی تصریح مل جائے تو اس راوی کے عنعنہ کو دیگر احادیث میں بھی سماع پر محمول کیا جائے گا بشرطیکہ وہ راوی مدلس نہ ہو۔[19]

۴ ـ **امام مسلمؒ اور بعض اہلِ علم کا مذہب:** امام مسلمؒ اور اہلِ علم کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ عنعنہ کرنے والا راوی اگر معنعَن عنہ کا معاصر ہو اور دونوں میں ملاقات ممکن ہو تو اس راوی کا عنعنہ سماع پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ راوی مدلس نہ ہو، اور عدم لقاء پر کوئی قوی قرینہ نہ ہو[20] [21]

دونوں مذاہب کی تنقیح اور ان میں موازنہ: امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے درمیان اسنادِ معنعن کے مسئلہ میں جو اختلاف ہے یہ تمام صورتوں میں نہیں، بلکہ کچھ صورتیں دونوں کے درمیان متفق علیہ ہیں اور کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں دونوں کے درمیان اختلاف ہے:

متفق علیہ صورتیں:

۱۔ضروری ہے کہ عنعنہ کرنے والا ثقہ اور غیر مدلّس ہو، ورنہ تو اسناد معنعن حجت نہ ہو گی۔

۲ ۔اگر معنعِن کا معنعَن عنہ سے کسی بھی صحیح سند میں سماع ثابت ہو جائے تو بالاتفاق اس کا ہر عنعنہ سماع اور اتصال پر محمول ہو گا، بشرطیکہ کوئی اور مانع نہ پایا جائے۔

۳ ۔ دونوں کے درمیان معاصرت ہو اور لقاء پر قوی قرائن پائے جائیں اور انقطاع پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ اور دلیل نہ ہو تو ایسی صورت میں امام بخاریؒ بھی "عنعنہ" کو سماع پر محمول کرتے ہیں۔

۴ ۔عدمِ لقاء یا عدمِ سماع پر کسی متقدم معتبر امام کی نص ہو تو بالاتفاق "عنعنہ" سماع پر محمول نہیں ہو گا۔

۵ ۔عنعنہ کرنے والے اور معنعَن عنہ میں لقاء یا عدمِ لقاء کا علم نہ ہو، پھر اس کے ساتھ ساتھ کسی اور سند میں دونوں کے درمیان کوئی واسطہ آجائے یا اس راوی نے کسی سند میں انقطاع پر دلالت کرنے والا صیغہ (مثلاً: حُدِّثْتُ وغیرہ) استعمال کیا تو ان صورتوں میں بھی اسنادِ معنعن اتصال وسماع پر محمول نہیں ہو گی۔

۶ ۔ درج ذیل صورتوں میں بھی شیخینؒ کے نزدیک بالاتفاق اسنادِ معنعن حجت ہوتی ہے:

اسی شیخ سے اس عنعنہ کرنے والے کا ثقہ متابع ہو۔ یا ثقہ کی متابعتِ ناقصہ موجود ہو۔ یا اس حدیث کے شواہد موجود ہوں۔ یا عنعنہ کرنے والے کے متعلق معروف ہو کہ اس کے تمام شیوخ ثقہ ہیں (22)۔ صحیح مسلم میں موجود احادیث معنعنہ تقریباً انہی صورتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

اختلافی صورت: درج ذیل صورت میں شیخینؒ کے درمیان اختلاف ہے:

عنعنہ کرنے والا، معنعَن عنہ کا معاصر ہو اور دونوں کے درمیان لقاء کا احتمال امکان کے درجہ میں ہو....... امام

مسلمؒ کے نزدیک اس صورت میں اسنادِ معنعن اتصال پر محمول ہوگی بشرطیکہ انقطاع پر دلالت کرنےوالا کوئی قرینہ اور دلیل نہ ہو۔ جب کہ امام بخاریؒ کے نزدیک اس صورت اسنادِ معنعن اتصال پر محمول نہیں ہوگی جب تک دونوں کے درمیان ایک بار لقاء ثابت نہ ہو یا لقاء کا احتمال قوی ہو بایں طور کہ قرائنِ قویہ لقاء پر دلالت کرتے ہوں۔

امام بخاریؒ کے مذہب کی تنقیح:

لقاء کا ثبوت کافی ہے یا تصریح سماع ضروری؟: اس بابت دو آراء ہیں، بعض ائمہ نقد مثلًا : امام احمدؒ ابوزرعہؒ ابوحاتمؒ وغیرہ کے نزدیک اسنادِ معنعن کو اتصال پر محمول کرنے کے لئے ضروری ہے سماع ثابت ہو، محض ثبوتِ لقاء کافی نہیں...... جبکہ بعض حضرات کی رائے ہے کہ ثبوتِ سماع ضروری نہیں، اگر عنعنہ کرنے والے کی مروی عنہ سے ایک بار ملاقات بھی ثابت ہو جائے تو اسنادِ معنعن اتصال پر محمول ہوگی۔(23)...... امام بخاریؒ کس فریق کے ساتھ ہیں؟ ابنِ رُشید سَبتیؒ نے انہیں پہلے، جبکہ ابنِ رجبؒ نے دوسرے فریق کے ساتھ شمار کیاہے(24) ۔ ابن رجبؒ کی رائے صائب معلوم ہوتی ہے؛ کیونکہ امام بخاریؒ نے اپنی کتب مثلًا: التاریخ الکبیر، التاریخ الصغیر، القراءۃ خلف الإمام وغیرہ میں متعدّد راویوں کے سماع کو محض اس بناء پر ثابت قرار دیا کہ انہوں نے مروی عنہم کو دیکھا اور ان سے ملاقات کی ہے۔

ثبوتِ لقاء کے ذرائع: وہ ذرائع جن کی مدد سے "ناقد" کو دو راویوں کے درمیان ملاقات کا یقین یا ظنِّ غالب حاصل ہوتا ہے، تین ہیں: کسی سند میں سماع کی تصریح ہو بشرطیکہ وہ سند صحیح ہو .... کسی مستند قصہ میں ان دونوں کے درمیان ملاقات ہونے کا ذکر ہو..... ملاقات پر قوی قرائن موجود ہوں۔

ثبوتِ لقاء کے موانع: ثبوتِ لقاء کے موانع متعدّد ہیں: جس سند میں سماع کی تصریح آئی ہے وہ سند صحیح نہ ہو... یا سند صحیح ہو مگر اس میں سماع کی تصریح کسی راوی کی غلطی سے آگئی ہو، چنانچہ امام بخاریؒ نے بہت سے راویوں کی تصریحِ سماع کو "لا یصح" کہہ کر رد فرمایا(25)..... راوی خود صراحۃً کہہ دے کہ میں نے "مروی عنہ" سے کوئی

حدیث نہیں سنی...... تاریخ سے ملاقات کی نفی ہوتی ہو۔

مکاتبت کا حکم: مکاتبت، ثبوتِ لقاء کی طرح ہے مگر صرف مکاتبت والی متعین احادیث میں، لیکن اگر مکاتبت والی احادیث کی تعداد مبہم ہو تو ان میں بھی مکاتبت، ثبوتِ لقاء کے حکم میں ہوگی، یعنی اگر راوی مکاتبت والے شیخ سے "عنعنہ" کرے تو اس کا "عنعنہ" اتصال پر محمول ہوگا، الّا یہ کہ کسی دلیل یا قرینہ سے معلوم ہو کہ "عنعنہ" والی احادیث میں مکاتبت نہیں ہوئی۔ (مکاتبت کے معنی ہیں: کوئی ثقہ راوی کہے: "كتب إلي فلان"، پھر اس کے بعد وہ احادیث ذکر کر دے۔ جمہور محدثین مکاتبت کو جائز سمجھتے ہیں [26])۔

[1] - **فائدہ:** کیا ثبوتِ لقاء امام بخاریؒ کے نزدیک اصلِ صحت کے لئے شرط ہے یا اصحیّت کے لئے؟ بعض اہلِ علم مثلاً: ابن کثیرؒ بلقینیؒ وغیرہ حضرات اس طرف گئے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اسنادِ معنعن کو اتصال پر محمول کرنے کے لئے "ثبوتِ لقاء" کی جو شرط لگائی ہے، یہ اصلِ صحت کے لئے نہیں، بلکہ اصحیّت (اعلی صحت) کے لئے ہے، البتہ صحیح بخاری میں انہوں نے اس شرط کا التزام کیا ہے [27]..... جبکہ امام ابن المدینیؒ کے نزدیک یہ اصلِ صحت کے لئے شرط ہے۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدّہؒ بھی اسی طرف گئے ہیں [28]...... جبکہ حافظ ابن حجرؒ، اور علامہ معلمیؒ نے ابنِ کثیرؒ وغیرہ کے دعویٰ کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ثبوتِ لقاء کی شرط امام بخاریؒ کے نزدیک اصلِ صحت کے لئے ہے [29]۔ ابن رجبؒ کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے [30]۔ اور یہی بات قرینِ قیاس بھی ہے؛ چنانچہ صحیح بخاری سے باہر بہت سی احادیث ایسی ہیں جن کو امام بخاریؒ نے صرف "عدمِ ثبوتِ سماع" کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے [31]۔ نیز ابنِ کثیرؒ بلقینیؒ وغیرہ نے اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل یا شواہد بھی پیش نہیں فرمائے۔ واللہ أعلم۔

امام مسلمؒ کے مذہب کی تنقیح:

امکانِ لقاء و معاصرت پر اکتفاء کے ضوابط: امام مسلمؒ کے نزدیک سند معنعن کو اتصال پر محمول کرنے کے لئے امکانِ لقا اور معاصرت پر اکتفاء تبھی ہوگا جب اس میں چار شرائط پائی جائیں:

-راوی مدلّس نہ ہو۔

-عنعنہ کرنے والا، مروی عنہ کا معاصر ہو، مگر یہ معاصرت احتمال کے درجہ میں نہ ہو، بلکہ یقینی اور ثابت ہو۔ معاصرت کے ثبوت کے دو طریقے ہیں: یا تو عنعنہ کرنے والے کی تاریخِ ولادت اور معنعَن عنہ کی تاریخ وفات کا علم ہو(32)، یا عنعنہ کرنے والے کے بعض مشایخ مروی عنہ سے پہلے فوت ہوئے ہوں(33)۔

-محض معاصرت کا ثبوت کافی نہیں، بلکہ دونوں میں لقاء کا ممکن ہونا بھی ضروری ہے؛ چنانچہ علائیؒ اور صنعانیؒ نے "امکانِ لقاء" کی صورت یہ بیان کی ہے کہ دونوں کا تعلق ایسے شہروں یا ممالک سے ہو جو ایک دوسرے سے زیادہ دور نہ ہوں، بلکہ قریب قریب ہوں(34)۔ مگر حافظ ابنِ حجرؒ اور معلمیؒ نے "تقارب البلاد" کی اس شرط کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے، بلکہ امکانِ لقاء کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ دونوں ایک زمانے میں ہوں، خواہ لقاء ممکن ہو یا محتمل، مگر مستبعد نہ ہو، دیگر ضوابط کی رعایت کے ساتھ۔(35)

-لقاء وسماع کی نفی پر دلالت کرنے والے قرائن اور دلائل نہ ہوں، ورنہ تو معاصرت اور امکان لقاء کے باوجود عنعنہ اتصال وسماع پر محمول نہیں ہو گا۔ مثلاً: عدمِ سماع کی تصریح آجانا، تاریخاً سماع کا منفی ہونا، راوی کا ایسا صیغہ استعمال کرنا جو نفی سماع پر دلالت کرتا ہو، عنعنہ کرنے والے اور مروی عنہ کے درمیان بعض طرق میں واسطہ کا ہونا وغیرہ.... یہ سب نفی سماع کے قوی قرائن ہیں۔

کیا امام مسلمؒ نے "صحیح" میں اپنے مذہب پر عمل کیا ہے؟: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امام مسلمؒ نے اپنی "صحیح" میں ایسی احادیث کی تخریج کی ہے، جن میں بعض راویوں نے "عن" کے ساتھ روایت کی ہے اور ان کی مروی عنہم سے لقاء وسماع ثابت نہیں ہے، مگر:

اولاً: تو ایسی احادیث کی تعداد نہایت کم ہے۔

ثانیاً: ان قلیل احادیث میں بھی اکثر احادیث ایسی ہیں جو امام مسلمؒ نے متابعات میں ذکر کی ہیں۔

ثالثاً: ان میں سے اکثر احادیث کے لئے خود صحیح مسلم اور دیگر دواوینِ سنۃ میں صحیح شواہد موجود ہیں۔

رابعًا: در حقیقت ان میں کچھ احادیث ایسی ہیں، جن میں عنعنہ کرنے والے راویوں کا مروی عنہم سے سماع ثابت ہے۔

امام مسلمؒ کی تایید کرنے والے اہلِ علم: امام مسلمؒ کی ہمنوائی کرنے والوں میں قابلِ ذکر حضرات یہ ہیں: امام ابن حبانؒ ، امام حاکمؒ امام ابن حزم ظاہریؒ ، امام ابن القطان فاسیؒ امام ابنِ دقیق العیدؒ، حافظ ابنِ تیمیہؒ، ابن جماعہؒ، حافظ مزّیؒ ، علامہ طیبیؒ ابن الترکمانیؒ حافظ ابن کثیرؒ، علامہ صنعانیؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ شیخ احمد شاکرؒ، علامہ معلمیؒ علامہ البانیؒ شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ وغیرہ رحمہم اللہ أجمعین۔[36]

امکانِ سماع سے کیا مراد ہے؟: ایک راوی کے دوسرے سماع کا ممکن ہونا، اس کی دو قسمیں ہیں:

١ —امکانِ عقلی: امکانِ عقلی کی نہ ہی کوئی حد ہے اور نہ ضابط۔ چنانچہ سات سال کے بچے کا کسی شیخ سے سماع عقلاً ممکن ہے اگرچہ دونوں علیحدہ علیحدہ ممالک میں ہوں، اس طور پر کہ اس بچے نے اپنے والدین کے ساتھ اس شیخ کے ملک کا سفر کیا ہو یا اس شیخ نے ان کے ملک کا سفر کیا ہو۔ سماع کی یہ صورت رواتِ حدیث میں موجود ہے مگر انتہائی قلّت کے ساتھ؛ اسی وجہ سے اس طرح کا "امکانِ عقلی " ائمہ۔بشمولِ امام مسلمؒ۔کے نزدیک اسنادِ معنعن کو اتصال پر محمول کرنے کے لئے کافی نہیں۔

٢ —امکانِ حدیثی: اس سے مراد سِنّ تحمّل اور سِنّ رحلت کی بابت راویانِ حدیث کا عرف وعادت ہے کہ کس عمر میں راویانِ حدیث، حدیث کی طلب شروع کرتے تھے اور کب اس کے لئے سفر کا آغاز کرتے تھے۔ اس معتاد طریقہ پر سماع کی صورتیں محدثین کے نزدیک بکثرت پائی جاتی ہیں۔ اور امام مسلمؒ کے نزدیک 'امکانِ لقاء' سے مراد یہی دوسری قسم کا امکان یعنی "امکانِ حدیثی" ہے۔ واللہ أعلم۔ چنانچہ امام مسلمؒ کے نزدیک اسنادِ معنعن کو اتصال پر محمول کرنے کے لئے "امکانِ حدیثی" کافی ہے، اگرچہ تباعدِ بلدان ہو۔ جب کہ امام بخاریؒ کے نزدیک "تباعدِ بلدان "عدمِ لقاء پر قرینہ ہے اگرچہ امکانِ حدیثی موجود ہے۔[37]

امام بخاریؒ کے دلائل:

پہلی دلیل: چونکہ "عصر الروایہ" میں راوی عموماً ارسال کرتے[38] اور اس کو جائز قرار دیتے تھے[39] تو راویوں

کی اسی روِش کی بناء پر امام بخاریؒ اور ان سے پہلے کے ائمہ ونقاد نے ”عن“ ے ساتھ روایت کرنے والے راوی کے سماع کی تحقیق کو ضروری قرار دیا؛ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس راوی نے یہ عنعنہ والی حدیث مروی عنہ سے نہ سنی ہو اور یہی احوط واسلم ہے۔[40]

دوسری دلیل: عموماً ایسا ہوتا رہا ہے کہ ایک راوی دوسرے کا ہم عصر ہے اور اِس راوی نے اُس دوسرے راوی سے کوئی حدیث بھی نہیں لی [41] ..... اس سے معلوم ہوا کہ معاصرت سماع کو مستلزم نہیں اور نہ ہی اس میں سماع کے احتمال کو ترجیح دینے کی صلاحیت ہے۔ نظر بر آں حدیث معنعن پر اتصال کا حکم لگانے کے لئے محض معاصرت وامکان لقاء پر اکتفا کرنا درست نہ ہو گا، بلکہ سماع یا لقاء کا ثبوت ضروری ہو گا، اگرچہ یہ لقاء ایک بار ہی کیوں نہ ہو۔ واللہ أعلم۔

تیسری دلیل: غیر مدلس راوی کا جب مروی عنہ سے ایک بار سماع یا لقاء ثابت ہو جائے تو بعض روایات میں اپنے شیخ سے عدمِ سماع کا جو احتمال ہے، وہ انتہائی قلیل اور کمزور رہ جاتا ہے؛ کیونکہ ایک بار سماع ثابت ہونے کے باوجود بھی اگر باقی روایات میں عدمِ سماع کے احتمال کو باقی مانا جائے تو ایسا راوی مدلّس کہلائے گا، حالانکہ راویوں میں اصل ”تدلیس سے سالم“ ہونا ہے۔ اور جو حضرات معاصرت پر اکتفا کرتے ہیں تو محض معاصرت سے ”متعاصرین“ کے درمیان عدمِ سماع کا احتمال زائل نہیں ہو گا؛ کیونکہ اس زمانہ میں راویوں میں ارسال کرنے کی روِش عام تھی۔[42]

چوتھی دلیل: اسنادِ معنعن کو اتصال پر محمول کرنے کے لئے ثبوتِ سماع یا لقاء کی شرط، کبار متقدمین ائمہ حدیث کا مذہب ہے، جن میں امام شعبہؒ سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ امام یحییٰ بن سعید قطانؒ، امام ابن مہدیؒ، امام علی بن المدینیؒ امام احمدؒ امام بخاریؒ، امام ابوزرعہؒ امام ابو حاتمؒ امام نسائیؒ غیرہ اساطینِ حدیث قابلِ ذکر ہیں۔ ان تمام حضرات سے غیر مدلّس راویوں کے سماع کے تفتیش و تحقیق ثابت ہے[43]، بلکہ بعض حضرات نے تو اسے ”محلِّ اجماع“ قرار دیا ہے۔

امام مسلمؒ کے دلائل:

امام مسلمؒ نے اسنادِ معنعن سے متعلق اپنے مذہب کی تقویت کے لئے غیر مرتّب طور پر کئی دلائل ذکر کیے ہیں، مآلاً یہ تین دلائل بنتے ہیں:

پہلی دلیل: ثبوتِ لقاء یا سماع کی شرط لگانا اہلِ علم کے اجماع اور مشہور و معتبر ائمہ حدیث کے عمل کے خلاف ہے؛ اس طور پر کہ ائمہ حدیث کا اس پر اجماع ہے کہ ایک ثقہ کی دوسرے ثقہ راوی سے نقل کی ہوئی حدیث، حجت ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے، مگر آپ لوگوں نے اجماع کی مخالفت کرتے ہوئے اس پر ثبوتِ سماع یا لقاء کی شرط کا اضافہ بھی کر دیا، حالانکہ ائمہ سلف میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے اسانید میں غیر مدلس راویوں کے سماع کی تحقیق کی ہو اور آپ لوگوں کے پاس اس ضافی شرط پر ائمہ نقاد میں سے کسی کی نقل بھی نہیں ہے۔

دوسری دلیل: آپ حضرات اسناد معنعن میں "ثبوتِ لقاء یا سماع" کی شرط اس لئے لگاتے ہیں کہ ارسال (عدمِ سماع) کا احتمال زائل ہو جائے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر تو چاہیئے کہ آپ لوگوں کے نزدیک کوئی بھی اسناد معنعن حجت نہ ہو جب تک کہ تمام راوی اولِ سند تا آخرِ سند (صحابی) سماع کی تصریح نہ کر لیں؛ کیونکہ عنعنہ کی صورت میں آپ کی تعلیل کے مطابق ارسال (عدمِ سماع) کا احتمال اس میں رہے گا۔

تیسری دلیل: احادیث کی ایک معتدبہ تعداد ایسی ہے، جن کی اسانید کو ائمہ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے، حالانکہ ان اسانید میں تابعی کا صحابی سے سماع اور لقاء ثابت نہیں ہے..... پس ثابت ہوا کہ ثبوتِ سماع یا لقاء کی شرط غیر ضروری ہے ورنہ معاصرت پر اکتفا کرتے ہوئے یہ ائمہ ان اسانید کو کبھی صحیح قرار نہ دیتے۔ بعد ازاں امام مسلمؒ نے اس کی کچھ مثالیں بھی پیش کیں۔

امام مسلمؒ کے دلائل کے جواب:

امام ابن المدینیؒ اور امام بخاریؒ اور جمہور ائمہ متقدمین کی جانب سے متأخرین نے امام مسلمؒ کے دلائل کے انتہائی

ٹھوس جواب دیے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

پہلی دلیل کا جواب: امام مسلمؒ کی پہلی دلیل کی دو شقیں ہیں:

پہلی شق کا جواب دیتے ہوئے ابنِ رُشَید بُستیؒ اور صلاح الدین علائیؒ فرماتے ہیں: آپ کا امام بخاریؒ وغیرہ کو اجماع کی مخالفت کا الزام دینا درست نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اجماع کی مخالفت آپ نے کی ہے؛ اس طور پر کہ ہمارا اور آپ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر مدلّس راوی کا عنعنہ اتصال پر محمول ہو گا بشرطیکہ اس کی مروی عنہ سے لقاء ثابت ہو، مگر پھر آپ نے "معاصرت مع امکانِ لقاء" کو کافی قرار دیتے ہوئے اس اجماعی شرط کو ساقط کر دیا؛ نظر بر آں آپ کے خصم کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ سے اجماعی شرط (ثبوتِ لقاء) کے اسقاط پر دلیل کا مطالبہ کرے [44] .... دوسر شق جس میں امام مسلمؒ نے اپنے مذہب پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے ابنِ رُشَیدؒ کہتے ہیں: امام مسلمؒ کا دعویٰ اجماع تسلیم نہیں، یہ کیسا اجماع ہے جس میں ان کے شیخ امام بخاریؒ ، ان کے شیخ الشیخ ابن المدینیؒ جیسے اساطینِ نقد و علل شامل نہیں، بلکہ متقدمین ائمہ حدیث کی بڑی تعداد سے غیر مدلس راویوں کے سماع کی تفتیش و تحقیق ثابت ہے، جن میں سے بعض کے نام امام بخاریؒ کی "چوتھی دلیل" میں گذر چکے۔ بلکہ بعض حضرات نے تو ثبوتِ لقاء یا سماع کو "محلّ اجماع" قرار دیا ہے [45]۔

دوسری دلیل کے جواب: امام مسلمؒ کی اس دلیل کے کئی جواب دیے گئے ہیں:

ا – امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ کو الزام دیتے ہوئے کہا تھا کہ آپ کے مذہب پر تو لازم آتا ہے کہ کوئی بھی حدیث معنعن معتبر نہ ہو؛ کیونکہ ہر ہر حدیث معنعن میں ارسال یعنی عدمِ سماع کا احتمال موجود ہے... امام مسلمؒ کا یہ الزام درست نہیں؛ کیونکہ لقاء یا سماع ثابت ہونے سے پہلے ارسال (عدمِ سماع) کا احتمال قوی ہوتا ہے، لیکن جب کم از کم ایک بار لقاء یا سماع ثابت ہو جائے تو ارسال کا یہ احتمال بہت ہی قلیل اور کمزور رہ جاتا ہے اور حکم میں قلیل و نادر کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ غالب و کثیر کا اعتبار ہوتا ہے؛ لہٰذا قلیل و نادر کو لے کر الزام دینا درست نہیں۔
[46]

۲ -امام نوویؒ نے بھی اسی کے قریب قریب جواب دیا ہے، فرماتے ہیں کہ جب ایک بار لقاء ثابت ہو جائے تو اتصال یعنی سماع کا ظنِّ غالب حاصل ہو جاتا ہے، اور سماع وغیرہ امور میں ائمہ حدیث "غلبہ ظن" کا اعتبار کرتے ہیں، جب کہ محض "معاصرت مع امکانِ لقاء" کی صورت میں اتصال و سماع کا ظن غالب موجود نہیں ہے؛ اس لئے ایسی صورت میں عنعنہ کو اتصال و سماع پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔(47)

۳ - حافظ ابن حجرؒ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ امام مسلمؒ کا یہ الزام درست نہیں؛ کیونکہ غیر مدلّس راوی کا جب ایک بار سماع یا لقاء ثابت ہو جائے تو اس کی روایت میں عدمِ سماع کا احتمال باقی نہیں رہتا؛ کیونکہ باوجود ایک بار سماع ثابت ہونے کے اگر عدمِ سماع کا یہ احتمال برقرار رہے تو وہ راوی مدلّس کہلائے گا، جب کہ محلِّ نزاع اس راوی کا عنعنہ ہے جو مدلّس نہ ہو۔(48)

تیسری دلیل کے جواب: امام مسلمؒ کی اس دلیل کے متعدد جواب دیے گئے ہیں:

۱ - بعض اہلِ علم نے اس کا اجمالی جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ امام مسلمؒ کی پیش کردہ یہ مثالیں خاص ہیں نہ کہ عام، جزئی ہیں نہ کہ کلی۔ اور جزئیات کو لے کر کلی اور شمولی حکم لگانا اور چند مثالوں کی بنیاد پر قاعدہ کلی تشکیل دینا درست نہیں۔ عین ممکن ہے کہ جن ائمہ حدیث نے ان اسانید کی تصحیح کی ہے انہیں ایسے قرائن کا علم ہوا ہو جو ان تابعینؒ کے صحابہ کرامؓ سماع یا لقاء پر دلالت کرتے ہوں؛ کیونکہ ہر حدیث کا اپنا خاص حکم ہوتا ہے، بسا اوقات اس کے ارد گرد ایسے قرائن اور ملابسات ہوتے ہیں جن سے لقاء و سماع کا ظنِ غالب حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً: امام مسلمؒ کی پیش کردہ مثالوں میں تابعین، مخضرم ہیں اور تابعی کا مخضرم ہونا یہ قوی قرینہ ہے کہ اس تابعی نے یہ حدیث اس صحابی سے سنی ہے۔(49)

۲ - بعض حضرات نے کہا ہے کہ ائمہ نقاد نے کی ان احادیث کی تصحیح سے امام مسلمؒ کا یہ استدلال کرنا کہ ائمہ نے ان کی تصحیح میں "معاصرت مع امکانِ لقاء" پر اکتفاء کیا ہے، یہ درست نہیں؛ اسلئے کہ ان احادیث میں پانچ احادیث ایسی ہیں جن میں تابعی کا سماع صحابی سے ثابت ہے، پانچ دیگر احادیث ایسی ہیں جن میں اس تابعی کی

دوسرے ثقہ تابعی نے متابعت کی ہ اور اس دوسرے تابعی کا صحابی سے سماع ثابت ہے، جب کہ پانچ احادیث ایسی ہیں جن کے صحیح شواہد موجود ہیں... غرض ائمہ ان احادیث کی تصحیح مندرجہ بالا قرائن (ثبوتِ سماع، متابعت، اور شواہد) کی بنیاد پر کی ہے نہ کہ امکانِ لقاء کی بنیاد پر۔ علاوہ ازیں ایک حدیث ایسی ہے جس میں راویوں کے درمیان وصل وارسال کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، لہذا اس کو دلیل اور شاہد کے طور پر پیش کرنا درست نہیں۔ (راقم نے ائمہ نقد کے اصولوں کے مطابق ہر ہر حدیث کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا ہے، شرح میں ملاحظہ فرمائیں)۔

امام بخاریؒ کا مذہب قوی ہے:

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے دلائل اور ائمہ متقدمین کی تطبیقات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا مسلک قوی ہے، ذیل میں ان کے مسلک کے مرجّحات ذکر کیے جارہے ہیں:

۱ ــ امام بخاریؒ کے دلائل قوی اور تحقیقی ہیں، جب کہ امام مسلمؒ کے دلائل نسبۃً کمزور ہیں اور ہیں بھی الزامی، جن کے جوابات ملاحظہ کیے جاچکے۔

۲ ــ امام بخاریؒ کی رائے احوط ہے، جبکہ امام مسلمؒ کی رائے میں تساہل ہے۔

۳ ــ امام بخاریؒ کی رائے میں اعتدال ہے اور دقّتِ نظر پر مبنی؛ بایں طور کہ وہ متقدمین ائمہ حدیث کے منہج پر چلتے ہوئے نقدِحدیث میں قرائن وملابسات کو بروئے کار لاتے ہیں، چنانچہ قرائن اگر احتمالِ لقاء کی قوت پر دلالت کریں(50) تو وہ اس صورت میں اسنادِ معنعن کو حجّت قرار دیتے ہیں۔ جب کہ امام مسلمؒ کے مسلک میں یہ دقتِ نظری مفقود ہے۔

۴ ــ امام بخاریؒ کا مذہب، کبار متقدمین ائمہ حدیث کا مختار ہے، جن میں سے بعض کے نام پہلے گذر چکے، جبکہ امام مسلمؒ کے ہم نواؤں میں سے ہمیں متقدمین میں سے کوئی نام نہیں ملا، البتہ متأخرین کی ایک جماعت ان کی ہم نوا ہے اور تأصیل اور تقعید میں متقدمین کا قول معتبر ہے؛ کہ وہی اس فن کا مرجع ہیں۔

مذہبِ مسلمؒ کی ترجیح کے لئے بعض حضرات کے دلائل اور ان کا تنقیدی جائزہ:

بعض حضرات نے امام مسلمؒ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے کچھ 'وجوہِ ترجیح' ذکر کی ہیں، ذیل میں ہم ان کو فرداً فرداً ذکر کر کے ان کا جائزہ لیں گے:

ا - شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ کہتے ہیں: امام بخاریؒ کے مذہب کو ماننے سے "صحیح مسلم" میں مذکور بہت سی احادیث معنعنہ جو امام مسلمؒ کی شرط پر ہیں، کا ضعیف ہونا لازم آئے گا، جو کہ غیر مقبول ہے؛ کیونکہ علماء امت کا "صحیحین" کی احادیث کی صحت پر اجماع ہے[51] ...... اس بابت عرض ہے کہ شیخ عبد الفتاحؒ کا یہ الزام محلّ نظر ہے بایں سبب کہ حضرت شیخؒ کا یہ کلام محض نظری ہے، اس کے لئے انہوں نے کوئی شواہد اور امثلہ پیش نہیں فرمائے، نہ ہی زد میں آنے والی ان احادیث کی تعداد بتلائی ہے....... اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں محض معاصرت پر اکتفاء کرتے ہوئے "اسانید معنعنہ" ذکر فرمائی ہیں، مگر اولاً: ایک تو ان کی تعداد بہت کم ہے..... ثانیاً: ان میں سے بعض میں سماع ثابت ہے یا قرائن ثبوتِ لقاء پر دلالت کرتے ہیں..... ثالثاً: یہ اسانید معنعنہ متابعات میں ذکر کی گئی ہیں..... رابعاً: ان میں اکثر کے لئے خود صحیح مسلم اور دیگر دواوینِ سنّہ میں صحیح شواہد موجود ہیں[52]...... اور ایسی صورتوں میں امام بخاریؒ کے نزدیک بھی اسناد معنعن حجت ہوتی ہے؛ لہذا شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ کا یہ الزام درست نہیں۔ واللہ أعلم۔

2 - بعض حضرات کا کہنا ہے: امام بخاریؒ کا مسلک بھی "معاصرت" والا ہے اور اس کی دلیل میں انہوں نے فرمایا: "امام مسلمؒ نے تردید میں بطور مثال جو روایتیں پیش کی ہیں، ان میں سات روایتیں بخاری شریف میں موجود ہیں، اگر امام بخاریؒ کے نزدیک ثبوتِ لقاء ضروری ہوتا تو وہ یہ روایتیں اپنی صحیح میں درج نہ کرتے"........ مگر یہ بات محلِّ نظر ہے؛ گذشتہ صفحات میں ہم حافظ ابن الصلاحؒ، امام ابنِ رجبؒ ابن رُشَیدؒ، حافظ ابن حجرؒ علامہ معلمیؒ وغیرہ کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں کہ امام بخاریؒ "ثبوتِ لقاء" کو ضروری سمجھتے ہیں اور یہ شرط ان کے نزدیک اصلِ صحت کے لئے ہے نہ کہ "أصحیّت" کے لئے۔ نیز امام بخاریؒ کے مذہب کو سمجھنے میں بعض حضرات نے "تدقیق" سے کام نہیں لیا، ا، امام بخاریؒ کا علمِ حدیث سے متعلق مسائل اور قضایا

میں منہج سطحی اور جامد نہیں ہے، امام صاحبؒ کا منہج متقدمین نقاد کی طرح "قرائن وملابسات" پر مبنی ہے، چنانچہ اگر عنعنہ کرنے والے راوی کا "معنعَن عنہ" سے لقاء یا سماع معلوم نہ ہو، مگر قرائن، لقاء کے احتمال کو قوی قرار دیتے ہیں تو ایسی صورت میں وہ بھی "عنعنہ" کو سماع پر محمول کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر اسنادِ معنعن کا متابع پایا جائے یا صحیح شواہد پائے جائیں یا حدیث معنعن مغازی، مناقب، ترغیب وترہیب، سیَر، تفسیر وغیرہ ابواب میں پائی جائے تو ایسی صورت میں وہ بھی اسنادِ معنعن کو حجت سمجھتے ہیں..... اور جہاں تک ان سات احادیث کا تعلق ہے تو ان میں سے بعض میں تو سماع ثابت ہے، جب کہ بعض میں لقاء وسماع کا احتمال قرائن کی بنیاد پر قوی ہے، نیز انہی میں سے بعض متابعات میں ذکر کی گئی ہیں اور بعض کے شواہد بھی موجود ہیں اور کچھ "مناقب" میں ذکر کی گئی ہیں۔ واللہ أعلم۔

۳ - بعض حضرات کا کہتے ہیں: صحیح مسلم اور اس کی ہر ہر حدیث کی صحت پر امت کا اتفاق ہے اور جن حضرات مثلاً دار قطنیؒ وغیرہ نے بعض احادیث پر اعتراضات ٹھائے ہیں تو ان میں سے کسی نے بھی "عدمِ ثبوتِ لقاء" کی وجہ سے انقطاعِ اسناد کا اعتراض نہیں کیا، امام مسلمؒ نے جو احادیث معنعنہ مثال میں پیش کی ہیں، ان میں سے اکثر وہ خود اپنی "صحیح" میں بھی لائے ہیں، مگر کسی نے بھی ان راوایات کو منقطع نہیں کہا............ یہ کلام محل نظر ہے، "صحیح مسلم کی ہر ہر حدیث پر اتفاق" کی بات خلاف واقع ہے، اس امر میں کوئی شک نہیں کہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہے، مگر ہر ہر حدیث کی صحت پر اجماع ہر گز نہیں، چنانچہ محدثین کی ایک جماعت نے صحیحین کی بعض احادیث پر اعتراضات کیے ہیں، جن میں ابو الفضل بن عمار شہیدؒ، دار قطنیؒ، ابو علی نیسا بوریؒ، ابو علی جیانی غسانیؒ ابو مسعود دمشقیؒ ابو الحسین عطارؒ، وغیرہ قابلِ ذکر ہیں، بلکہ دونوں کتابوں میں موجود بعض احادیث پر متقدمین ائمہ حدیث مثلاً : امام احمدؒ ابن المدینیؒ ابن معینؒ وغیرہ بھی کلام کر چکے ہیں۔ پس جب ایسا ہے تو ہر ہر حدیث کی صحت پر اتفاق کی بات کیونکر درست ہو سکتی ہے؛ چنانچہ یہی وجہ جب اہلِ علم صحیحین کی صحت پر امت کا اجماع نقل کرتے ہیں تو ساتھ میں "سوی أحرف یسیرۃ" کہہ کر بعض احادیث کا استثنا بھی

کرتے ہیں[53] .... اور یہ کہنا کہ "ان احادیث معنعنہ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا" تو اس بابت مختصراً عرض ہے کہ یہ احادیث معنعنہ ان صورتوں میں شامل ہیں جن میں امام بخاریؒ بھی "اسنادِ معنعن" حجت مانتے ہیں، مزید واجاحت کے لئے ان دو عنوانوں کے تحت مذکور تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

"کیا امام مسلمؒ نے "صحیح" میں اپنے مذہب پر عمل کیا ہے؟" اور "متفق علیہ صورتیں"۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسنادِ معنعن کی بابت امام بخاریؒ اور ان کے شیخ علی بن المدینیؒ اور جمہور متقدمین نقادِ حدیث کا مسلک راجح ہے اور یہ انتہائی معتدل اور احتیاط پر مبنی مسلک ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

اسنادِ معنعن پر لکھی گئی معاصر کتب اور ان کا تعارف:

دور حاضر میں اس موضوع پر مستقل طور پر جو کتب لکھی گئی ہیں، ان کی تعداد کچھ زیادہ نہیں، ذیل میں ان کتابوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

1-إجماع المحدثين على عدم اشتراط العلم بالسماع في الحديث المعنعن بين المتعاصرين:

یہ دکتور سید حاتم بن عارف عونی کی کتاب ہے، یہ کتاب فہارس وغیرہ سمیت ایک سو اناسی (۱۷۹) صفحات پر مشتمل ہے، انہوں نے جمہور اہلِ علم سے ہٹ کر بعض الگ آراء اختیار کی ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل نقاط میں پیش کیا جاتا ہے:

- امام مسلمؒ کے متعلق جو مشہور ہے کہ وہ "**محض معاصرت مع امکانِ لقاء**" پر اکتفاء کرتے ہیں، یہ بات صحیح نہیں، بلکہ وہ "معاصرت مع امکانِ لقاء" کے ساتھ ساتھ لقاء پر دلالت کرنے والے قوی قرائن کا بھی اعتبار کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر عنعنہ کرنے والے اور معنعَن عنہ کے درمیان معاصرت ہو اور لقاء بھی ممکن ہو، مگر اس لقاء پر دلالت کرنے واے قوی قرائن اگر نہ پائے جائیں تو ایسی "اسناد معنعن" اتصال پر محمول نہیں ہو گی۔

¤ اسناد معنعن کو اتصال پر محمول کرنے کے لئے امام بخاریؒ کی طرف **"ثبوتِ لقاء یا سماع"** کی جو شرط منسوب کی گئی ہے، یہ نسبت درست نہیں، سب سے پہلے یہ نسبت قاضی عیاضؒ نے کی ہے، جس کی انہوں نے کوئی دلیل بھی بیان نہیں کی، پھر بعد کے علماء نے بھی بلا تحقیق ان کی تقلید میں اس شرط کو ان کی طرف منسوب کیا۔

¤ اس مسئلہ میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں کا مذہب **"معاصرت مع امکانِ لقاء"** والا ہے، بشرطیکہ لقاء پر دلالت کرنے والے قوی قرائن پائے جائیں۔

شذوذِ رائے کے علاوہ ان کے درشت اسلوب اور جارحانہ تحریر، جس میں انہوں نے قاضی عیاضؒ کے بعد آنے والے تمام ائمہ حدیث کو ان کی "اندھی تقلید" کا طعنہ دیا ہے، نے اہلِ علم کو بہت زیادہ ناراض کیا ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان کی ان آراء پر متعدد معاصر اہلِ علم نے ردود لکھے ہیں، "ملتقی أهل الحدیث" میں بعض ردود ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ ان ردود میں سے ایک رد راقم کے شیخ اور استاذ، دکتور ابراہیم صُبَیحی مصری نے بھی بعنوان "النکت علی کتاب إجماع المحدثین للدکتور حاتم العوني" لکھا ہے، جو انسٹھ (۵۹) صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ علمی تعقب بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، جس میں انہوں نے ان کی علمی غلطیوں کی زبردست گرفت کی ہے..... البتہ اس سلسلہ کا سب سے قوی اور مفصل علمی رد اور تعقب، دکتور ابراہیم بن عبد اللہ لاحم کا ہے، جن کا شمار دورِ حاضر کے کہنہ مشق محدثین اور نقاد میں ہوتا ہے، انہوں نے اب تک کئی بیش بہا کتب "نقد السنہ" کے سلسلہ میں لکھی ہیں۔ ان کی کتاب کا نام "شرط العلم بالسماع في الإسناد المعنعن" ہے۔ اس کا مختصر تعارف اور خلاصہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۲ - شرط العلم بالسماع في الإسناد المعنعن:

ان کا یہ رد نہایت مفصل اور محققانہ ہے، جو متنوع فہارس وغیرہ سمیت ۲۹۶ صفحات پر مشتمل ہے، ان کی بحث کا خلاصہ درج ذیل نقاط میں بیان کیا جاسکتا ہے:

¤ عصر روایت میں ائمہ نقاد غیر مدلّس راویوں کے سماع کی بھی تحقیق و تفتیش کیا کرتے تھے اور اسناد معنعن کو سماع پر محمول کرنے کے لئے ان کے نزدیک عنعنہ کرنے والے اور معنعن عنہ کے درمیان لقاء یا کسی ایک حدیث میں سماع کی تصریح کو وہ شرط قرار دیتے تھے۔ اس حوالے سے جو حضرات بہت زیادہ مشہور ہوئے، ان میں امام ابن المدینیؒ اور امام بخاریؒ قابلِ ذکر ہیں۔

¤ ثبوتِ لقاء کی شرط امام بخاریؒ کے نزدیک شرطِ صحت ہے مطلقاً، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک یہ شرطِ صحت نہیں، بلکہ شرطِ کمال اور اصحیّت ہے اور اس شرط کی رعایت انہوں نے صرف اپنی "صحیح" میں کی ہے: یہ کہنا درست نہیں۔

¤ امام مسلمؒ کے نزدیک اسنادِ معنعن کو اتصال پر محمول کرنے کے لئے "محض معاصرت مع امکانِ لقاء" پر اکتفاء کافی ہے بشرطیکہ عنعنہ کرنے والا راوی معتبر (ثقہ یا صدوق) اور غیر مدلّس ہو۔

¤ یہ کہنا کہ امام مسلمؒ "محض معاصرت مع امکانِ لقاء" کو کافی نہیں سمجھتے، بلکہ لقاء پر دلالت کرنے والے قوی قرائن کا اعتبار بھی کرتے ہیں: درست نہیں؛ کہ یہ زائد شرط نہ ہی امام مسلمؒ کی تقریرات میں پائی جاتی ہے اور نہ ہی ان کی تطبیقات میں۔

¤ یہ کہنا صحیح نہیں کہ امام بخاریؒ کا مذہب بھی امام مسلمؒ کی طرح "معاصرت مع امکانِ لقاء" پر اکتفاء والا ہے بشرطیکہ لقاء پر دلالت کرنے والے قوی قرائن موجود ہوں۔

¤ دو مسئلے علیحدہ علیحدہ ہیں: اسانید میں عام طور پر عنعنہ کا مقبول ہونا اور معاصر جس کی ملاقات ثابت نہ ہو، کا عنعنہ۔ اکثر باحثین دونوں میں خلط کا شکار ہیں، جس کی وجہ سے انہیں ان ائمہ کا کلام سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے، جن کے کلام میں ان دونوں مسئلوں کا ذکر ملتا ہے۔

¤ کسی بھی باحث کے لئے روایات کے نقد اور خصوصًا علم علل میں طویل ممارست کے بغیر تاصیلات و تفعیلات میں خوض کرنا بالکل نامناسب ہے۔

¤ کسی بھی علمی بحث اور تحقیق میں خطابی وانشائی دلائل کا استعمال اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ باحث کو اپنی تحقیق میں ضعف علمی کا سامنا ہے۔

¤ تمحیص کے بغیر دلائل کی بھرمار کا کوئی فائدہ نہیں، اعتبار کثرت کا نہیں، بلکہ دلالت، معنویت اور قوت ومعیار کا ہے۔

3-حسم النزاع في مسالة السماع:

اس کتاب کا مکمل نام یہ ہے: ''حسم النزاع في مسألة السماع وترجيح قول من اشترط السماع على من اكتفى بإمكان الاجتماع''۔ اس کے مؤلف نامور محدث اور ناقد دکتور طارق عوض اللہ ہیں۔ یہ کتاب دراصل امام ابن رشید فہری سبتیؒ کی کتاب کی تلخیص ہے۔ کتاب کے شروع میں دس صفحات پر مشتمل اسنادِ معنعن سے متعلق ان کا نہایت وقیع علمی مقدمہ ہے۔ بعد ازاں انہوں نے مقدمہ صحیح مسلم میں موجود امام مسلمؒ کا اسنادِ معنعن سے متعلق ذکر کردہ طویل کلام نقل کیا ہے، اس کلام کو انہوں نے مختلف پیروں میں تقسیم کیا ہے، تاکہ بوقت ضرورت امام مسلمؒ کے کلام کا حوالہ دینے میں آسانی ہو۔ پھر اصل کتاب کی تلخیص سے پہلے انہوں نے شرح علل ترمذی میں امام ابن رجبؒ کا اسنادِ معنعن سے متعلق ذکر کردہ علمی کلام نقل کیا ہے، جو امام ابن رشیدؒ کی کتاب پر ایک مفید اضافہ ہے، جس میں اس مسئلہ کے بہت سے اہم علمی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کی تلخیص میں انہوں نے درج ذیل امور کی رعایت کی ہے:

¤ صلبِ موضوع یعنی اسنادِ معنعن سے براہِ راست تعلق نہ رکھنے والے مواد کو حذف کیا گیا ہے۔

¤ بعض کتب مصنفہ میں مذکور اقوال وروایات کو امام ابن رشیدؒ، صاحبِ کتاب تک اپنی سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، ان اسانید کو حذف کر دیا گیا ہے۔

¤ کتاب میں مذکور احادیث اور اکثر اقوال کی کتاب کے حجم کے مناسب تخریج کی گئی ہے۔

¤ صلبِ موضوع سے متعلق مفید تعلیقات کا حاشیہ میں اضافہ کیا گیا ہے۔

۴-الإلماع في إثبات السماع:

یہ مجدی عطیہ حمودہ کی تالیف ہے۔ علمی حلقوں میں ان کی کوئی خاص شہرت نہیں۔ فہارس وغیرہ سمیت یہ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا موضوع وہ راوی ہیں، جن کے دیگر راویوں سے سماع کی بابت ائمہ کے درمیان اختلاف ہے، بعض نے اس سماع کی نفی، جبکہ بعض نے اثبات کیا ہے۔ مؤلف نے حروف تہجی کی ترتیب سے راوی ذکر کیے ہیں، ہر راوی کا نام ذکر کرنے کے بعد وہ ائمہ کا اختلاف کا ذکر کرتے ہیں، جن ائمہ نے ان کے کسی راوی سے سماع کی نفی کی ہے، پہلے ان کے اقوال ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد اثبات والے ائمہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔ نہایت اہم موضوع ہے، جس کا "اسنادِ معنعن" کے مسئلہ کے ساتھ براہِ راست تعلق ہے۔ مگر کتاب کی ایک کمی یہ ہے کہ انہوں نے کہیں بھی نفی اور اثبات میں سے کسی کو بھی ترجیح نہیں دی۔

5 – موقف الإمامين البخاري ومسلم من اشتراط اللقيا والسماع في الإسناد المعنعن بين المتعاصرين:

یہ دکتور خالد منصور دریس کی تالیف ہے، جو دراصل ان کے "ایم ایس" کا مقالہ ہے۔ یہ متنوع فہارس وغیرہ کو ملا کر ۵۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مسئلہ پر لکھی جانے والی یہ ضخیم ترین کتاب ہے، جو اس موضوع سے متعلق انتہائی قیمتی نقول اور علمی مواد پر مشتمل ہے۔ ان کے عمل کی تلخیص کے لئے کم از کم چھ سات صفحات درکار ہیں، ہم چند نقاط میں اہم عنوانات کی طرف اشارہ پر اکتفاء کیے دیتے ہیں:

- اسنادِ معنعن میں لقاء کی شرط میں اختلاف کا مسئلہ، تدلیس، تعلیق، انقطاع وغیرہ مسائل سے بالکل مختلف ہے۔
- ضروری نہیں کہ سند میں عنعنہ راوی کی جانب سے ہو، بلکہ اکثر یہ نچلے طبقات والے راویوں کا تصرف بھی ہو سکتا ہے۔
- اسنادِ معنعن کی تطبیقی طور پر تاریخی جڑیں اور بنیادیں عصر روایت سے ملتی ہیں۔
- ثبوتِ لقاء یا سماع کی شرط میں امام بخاریؒ اپنے شیخ امام ابن المدینیؒ سے متاثر نظر آتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح اور دیگر کتب رجال میں اس مسئلہ کو بہت اہمیت دی ہے۔

¤ امام مسلمؒ کا مذہب "محض معاصرت مع امکانِ لقاء" پر اکتفاء کا ہے بشرطیکہ عدم لقاء پر دلالت کرنے والے قرائن نہ ہوں۔

¤ اگر لقاء ثابت نہ ہو مگر لقاء پر قوی قرائن یا متابعات و شواہد موجود ہوں تو امام بخاریؒ بھی اسنادِ معنعن کو حجت سمجھتے ہیں۔

¤ اگر راوی "ارسال" کے ساتھ معروف ہو تو اس کے عنعنہ کے ساتھ بھی مدلّس والا معاملہ کرنا چاہئے۔

¤ سند معنعن کے متصل ہونے کے لئے ثبوتِ لقاء شرط ہے، نیز اگر سند معنعن ہو اور لقاء ثابت نہ ہو اور امام مسلمؒ کے ذکر کردہ ضوابطِ معاصرت پائے جائیں تو اس سند کو نہ متصل شمار کیا جائے گا ر نہ ہی منقطع۔ یہ سند متصل سے کم تر اور منقطع سے اعلیٰ درجہ کی ہو گی، لیکن اگر کوئی ایسا قرینہ پایا گیا جو جانب سماع کو ترجیح دینے والا ہو تو ایسی صورت میں اسنادِ معنعن حجت ہو گی۔

¤ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے درمیان بنیادی اختلافی نقطہ یہ ہے کہ وہ سند معنعن جس میں راو ی کا معنعن عنہ سے لقاء ممکن ہو اور مستبعد نہ ہو، مگر لقاء کے احتمال کو قوی کرنے والے قرائن موجود نہیں ہیں تو ایسی صورت میں امام مسلمؒ کے نزدیک یہ سند معنعن حجت ہو گی اور امام بخاریؒ کے نزدیک نہیں ہو گی۔

¤ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کیا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی "صحیح" میں جو احادیث معنعنہ ذکر کی ہیں ان کی تعداد اصل کتاب کی بنسبت نہایت کم ہے اور ان میں سے ابھی اکثر وہ شواہد و متابعات لائے ہیں اور بعض مناقب و فضائل وغیرہ کے باب میں ہیں۔

اس کے علاوہ انہوں نے دونوں فریقوں کے دلائل کو ذکر کر کے ان کا طویل علمی مناقشہ کیا ہے۔ اور امام مسلمؒ کے ذکر کردہ تطبیقی مثالوں اور احادیث کے ایک ایک کر کے جواب دیے ہیں۔ اس موضوع پر یہ انتہائی جامع کتاب ہے، جو انصاف اور علمیت دونوں سے متصف ہے۔

نتائج:

۱ - اسناد معنعن کی بابت ائمہ حدیث کے مابین نزاع حقیقی ہے، جس کا اثر بہت سی احادیث پر حکم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

۲ - اسناد معنعن کی کچھ صورتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں فریقین کے درمیان اتفاق ہے۔

۳ - اسناد معنعن کی جس صورت کی بابت اختلاف ہے، وہ یہ ہے کہ عنعنہ کرنے والا، معنعَن عنہ کا معاصر ہو اور دونوں کے درمیان لقاء کا احتمال امکان کے درجہ میں ہو.......امام مسلمؒ کے نزدیک اس صورت میں اسنادِ معنعن اتصال پر محمول ہو گی بشرطیکہ انقطاع پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ اور دلیل نہ ہو۔ جب کہ امام بخاریؒ کے نزدیک اس صورت اسنادِ معنعن اتصال پر محمول نہیں ہو گی جب تک دونوں کے درمیان ایک بار لقاء ثابت نہ ہو یا لقاء کا احتمال قوی ہو بایں طور کہ قرائنِ قویہ لقاء پر دلالت کرتے ہوں۔

۴ - امام مسلمؒ مکانِ لقاء سے مراد امکان عقلی نہیں، بلکہ امکانِ حدیثی لیتے ہیں، جس سے مراد سِنّ تحمّل اور سِنّ رحلت کی بابت راویانِ حدیث کا عرف وعادت ہے کہ کس عمر میں راویانِ حدیث، حدیث کی طلب شروع کرتے تھے اور کب اس کے لئے سفر کا آغاز کرتے تھے۔

۵ - اسناد معنعن کی بابت امام مسلمؒ کا مذہب دلائل کی رو سے مرجوح ہے، اور اس بابت ان کا دعویٰ اجماع خلافِ واقع ہے۔

۶ - امام بخاریؒ اور ان کے شیخ امام ابن المدینیؒ کا مذہب دلائل کی رو سے راجح اور قوی ہے، اور یہی جمہور ائمہ نقاد کا مذہب ہے۔

حواشی:

(1) - السبتي، ابن رشید، السنن الأبين: (ص149)۔

Al-Sāb'tī, Aib'n Rashyd, Al-Sunin ạl-Aảbaŷn : (ṣ 149)۔

(2) - المصدر نفسہ (ص57 - 58)۔

Al-Maṣ'dar Naf'suhu (ṣ 57 - 58)۔

(3) - ابن عبد البر، التمھید (12/1)۔

Aib'n Ab'dul Bar, ạl-Tām'hīd :(1 / 12)۔

(4) – الخطيب البغدادي، الكفاية في معرفة أصول علم الرواية:(ص291)۔

Al-Khaṯīb, ạl-Bagẖ'dād, ạl-Kifāyaẗ fī Ma'rifaẗ Uṣwl Il'mi ạl-Rīwāyaẗ :(ṣ 291)۔

(5) –ابن الصلاح، معرفة أنواع علوم الحديث:(ص139)۔

Aib'n ạl-Sũlāãḥ, Ma'rifaẗ Aản'wā Ulūm ạl-Hadytẖ :(ṣ 139)۔

(6) – ابن الصلاح، صيانة صحيح مسلم:(ص131)۔

Aib'n ạl-Sũlāãḥ, Sīānaẗ Sa'ḥīḥ Mus'lim :(ṣ 131)۔

(7) –الذهبي، سير أعلام النبلاء:(12/573)۔

Al-Dẖãhabīã, Say'r Aả'lāam ạl-Nũbalāa :(12 / 573)۔

(8) –العلائي ،صلاح الدين جامع التحصيل في أحكام المراسيل:(ص125)، نیز ملاحظہ فرمائیں:ص۱۱۶تا۱۳۸۔

Al-Aalāyīyã, Salāaḥ ạl-Dīyn, Jāmi'a ạl-Tãḥ'ṣīl fī Aảḥ'kām ạl-Marāsīl :(ṣ 125), Nyz mlạḥẓ frmāyīyں: ṣ 116 tā 138۔

(9) –ابن رجب، شرح علل الترمذي:(2/596)۔

Aib'n Rajab, Sẖaraḥ Alāla ạl-Tīr'midẖī :(2 / 596)۔

(10) –ابن حجر، نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر:(ص125)۔

Aib'n Hajar, Nuz'haẗ ạl-Nãẓar fī Tawḍīḥ Nukẖ'baẗ ạl-Fik'r :(ṣ 125)۔

(11) –ابن حجر، النكت على كتاب ابن الصلاح(2/596)۔

Aib'n Hajar, ạl-Nũkata Alay Kitāb Aib'n ạl-Sũlāãḥ (2 / 596)۔

(12) –الصنعاني، توضيح الأفكار:(1/330)، السخاوي، فتح المغيث:(1/163)۔

Al-Sãn'ānīã, Taŵḍīḥ ạl-Aảf'kār :(1 / 330), ạl-Sākẖāwī, Fat'ḥ ạl-Mugẖītẖ :(1 / 163)۔

(13) – ابن عبد البر، التمهيد:(1/12)، ابن الصلاح، معرفة أنواع علوم الحديث:(ص56)۔

Aib'n Ab'dul-Bar, ạl-Tãm'hīd:(1 / 12), Aib'n ạl-Sũlāãḥ, Ma'rifaẗ Aản'wā Ulūm ạl-Hadytẖ:(ṣ 56)۔

(14) – المصدر نفسه.

Al-Maṣ'dar Naf'suhu.

(15) – الصنعاني، توضيح الأفكار:(1/330)، السخاوي، فتح المغيث:(1/163)۔

Al-Sãn'ānīã, Taŵḍīḥ ạl-Aảf'kār :(1 / 330), ạl-Sākẖāwī, Fat'ḥ ạl-Mugẖītẖ :(1 / 163)۔

(16) – انظر: ابن الصلاح، معرفة علوم الحديث (ص56)، الرامهرمزي، كتاب المحدث الفاصل (ص450)، ابن رشيد، السنن الأبين(ص21،23،25)، النووي، شرح صحيح مسلم(1/128).

Aib'n ạl-Sũlāãḥ, Ma'rifaẗ Ulūm ạl-Hadyth̠ (ṣ 56), ạl-Rāạmahur'muzī, Kitāb ạl-Muḥ'dath̠ ạl-Fāṣil (ṣ 450), Aib'n Rash̠yd, Al-Sunin ạl-Aảbaŷn (ṣ21, 23, 25), ạl-Nāwawī, Sh̠araḥ Sa'ḥīḥ Mus'lim(1 / 128).

(17) – ابن عبد البر، التمہید:(1/12)۔

Aib'n Ab'dul-Bar, ạl-Tām'hīd:(1 / 12)۔

(18) – ابن الصلاح، علوم الحدیث (ص56)، العلائي، جامع التحصیل (ص116)، ابن رشید، السنن الأبین (ص31)۔

Aib'n ạl-Sũlāãḥ, Ulūm ạl-Hadyth̠ (ṣ 56), ạl-Alāyīy, Jāmi'a ạl-Tāḥ'ṣīl (ṣ 116), Aib'n Rash̠yd, Al-Sunin ạl-Aảbaŷn (ṣ 31)۔

(19) – ابن عبد البر، التمہید:(1/12)، العلائي، صلاح الدین جامع التحصیل (ص116)۔

Aib'n Ab'dul-Bar, ạl-Tām'hīd:(1 / 12), ạl-Alāyīy, Salāạḥ ạl-Dīyn, Jāmi'a ạl-Tāḥ'ṣīl (ṣ 116)۔

(20) – مسلم، مقدمۃ الصحیح (1/29،30)، السبتي، ابن رشید، السنن الأبین (ص48)۔

Mus'lim, Muqadāmaẗ ạl-Sā'ḥīḥ (1 / 29, 30), ạl-Sāb'tī, Aib'n Rash̠yd, Al-Sunin ạl-Aảbaŷn (ṣ 48)۔

(21) – فائدہ: ابن الصلاحؒ نے اسنادِ معنعن کی بابت مذاہب بیان کرتے ہوئے دو دیگر مذاہب کی طرف اشارہ فرمایا: ایک ابوالحسن قابسی مالکیؒ کا، دوسرا حافظ ابو عمرو دانیؒ کا۔ چنانچہ قابسی کا قول ہے: "ضروری ہے کہ عنعنہ کرنے والے راوی نے مروی عنہ کو واضح طور پر پایا ہو"۔ اس کو انہوں نے "ادراک بیّن" سے تعبیر فرمایا۔ اگر "ادراک بین" سے ان کی مراد "لقاء" ہو-جیسا کہ امام علائیؒ کے صنیع سے مفہوم ہوتا ہے اور سخاویؒ نے بھی یہی احتمال ذکر کیا ہے-تو یہ مستقل مذہب نہیں، بلکہ یہ امام بخاریؒ والا مذہب ہی ہے۔ اور اگر اس سے مراد "ثبوتِ معاصرت" ہو-جیسا کہ ابنِ رشیدؒ کی رائے ہے-تو اس صورت میں یہ امام مسلمؒ والا مذہب ہے...... جب کہ ابو عمرو دانیؒ کا قول ہے: "ضروری ہے کہ عنعنہ کرنے والا، مروی عنہ سے روایت کرنے میں معروف ہو"۔ دانیؒ کے اس قول میں اجمال ہے، اس سے طولِ صحبت بھی مراد ہو سکتا ہے، ثبوتِ لقاء بھی اور ثبوتِ معاصرت بھی۔ غرض یہ بھی کوئی مستقل مذہب نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:

ابن الصلاح، صیانۃ صحیح مسلم (ص 128، 129)، ابن رشید، السنن الأبین (ص35، 42)، السخاوي، فتح المغیث (1/166)، العلائي، جامع التحصیل:(ص116، 117)، خالد الدریس، موقف الإمامین (ص48 - 51)۔

Aib'n ạl-Sũlāãḥ, Sīānaẗ Saḥīḥ Mus'lim (ṣ 128, 129), Aib'n Rash̠yd, Al-Sunin ạl-Aảbaŷn (ṣ 35, 42), ạl-Sākh̠āwī, Fat'ḥ ạl-Mugh̠īth̠ (1 / 166), ạl-Alāyīyā, Jāmi'a ạl-Tāḥ'ṣīl:(ṣ 116, 117), Kh̠ālid ạl-Dārīs, Maŵqif ạl-Amāmaŷn (ṣ 48 - 51)۔

(22) – راجع للتفصیل: خالد الدریس، موقف الإمامین (ص448، 489)۔

Rāja'a lil-Tāf'ṣīl: Kh̠ālid ạl-Dārīs, Maŵqif ạl-Amāmaŷn (ṣ 448, 489)۔

(23) – ابن رجب، شرح علل الترمذي: (1/365-368)۔

Aib'n Rajab, Sh̠araḥ Alāla ạl-Tīr'midh̠ī:(1 / 365 - 368)۔

(24) – السبتي، ابن رشید، السَنَن الأبین:(ص33)، ابن رجب، شرح علل الترمذي: (1/367)۔

Al-Sāb'tī, Aib'n Rasẖyd, Al-Sanan ạl-Aảbaỷn :(ṣ 33), Aib'n Rajab, Sẖaraḥ Alāl ạl-Tĩr'midẖi :(1 / 367)۔

[25] – ملاحظہ فرمائیں: البخاري، التاريخ الكبير: (1/69، 2/35، 8/66)۔

Al-Bukẖārī, ạl-Tāạrīkẖ ạl-Kbyr :(1 / 69, 2 / 35, 8 / 66)۔

[26] – ملاحظہ فرمائیں: القاضي عياض، الإلماع: (ص 86)، الرامهرمزي، كتاب المحدث الفاصل: (ص 453-458)، ابن الصلاح، معرفة أنواع علوم الحديث: (ص 261)، الخطيب الكفاية: (ص 373-382)، السخاوي، فتح المغيث: (ص 135-143)، السيوطي، تدريب الراوي: (2/56)۔

Al-Qạḍy, Iāḍ, ạlạ-Almạ :(ṣ 86), ạl-Rāạmahur'muzī, Kitāb ạl-Muḥ'dathฺ ạl-Fāṣil :(ṣ 453 - 458), Aib'n ạl-Sũlāāḥ, Ma'rifaẗ Aản̊wā'i Ulūm ạl-Hadytẖ :(ṣ 261), ạl-Kẖaṭīb, ạl-Kifāyaẗ :(ṣ 373 - 382), ạl-Sākẖāwī, Fat'ḥ ạl-Mugẖītẖ :(ṣ 135 - 143), ạl-Sũyūṭī, Tad'rīb ạl-Rạwy :(2 / 56)۔

[27] – ابن كثير، الباعث الحثيث: (ص 43)، البلقيني، محاسن الاصطلاح: (ص 158)۔

Aib'n Kathī̱r, ạl-Bā'itẖ ạl-Hathẖytẖ:(ṣ 43), ạl-Bul'qīnī, Maḥāsin ạl-Aiṣ'ṭilāḥ:(ṣ 158)۔

[28] – راجع: التتمة الثالثة المحال إليه في التعليق على "الموقظة" للذهبي: (ص 137-138)۔

Rāji'u: ạl-Tātimāẗ ạl-Tẖāạlithẖaẗ ạl-Miḥāl Aiḷaỷh fī ạl-Tā'līq Alay "ạl-Mūqiẓaẗ " lil-Dẖāhabī :(ṣ 137 - 138)۔

[29] – ابن حجر، النكت على ابن الصلاح: (2/595)، المعلمي، التنكيل: (1/83)۔

Aib'n Hajar, ạl-Nũkata Alay_Aib'n ạl-Sũlāāḥ :(2 / 595), ạl-Mu'alĩmī, ạl-Tān'kīl :(1 / 83)۔

[30] – ابن رجب، شرح علل الترمذي: (1/365-366)۔

Aib'n Hajar, ạl-Nũkata Alay_Aib'n ạl-Sũlāāḥ :(2 / 595), ạl-Mu'alĩmī, ạl-Tān'kīl :(1 / 83)۔

[31] – بطور مثال ملاحظہ فرمائیں: البخاري، التاريخ الكبير (4/13، 5/183، 3/284، 5/213)، وجزء القراءة خلف الإمام (ص 15)، الترمذي، العلل الكبير (1/173)۔

Al-Bukẖārī, ạl-Tāạrīkẖ ạl-Kabīr (4 / 13, 5 / 183, 3 / 284, 5 / 213), Wajuz'a ạl-Qirā'ẗ Kẖal'f ạl-Amām (ṣ 15), ạl-Tĩr'midẖi, ạl-Alala ạl-Kabīr (1 / 173)۔

[32] – اگر تابعی کسی مبہم صحابی سے عنعنہ کے ساتھ روایت کرے تو امام مسلمؒ کے صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ عنعنہ تبھی مقبول ہے جب یقینی طور پر دونوں کی معاصرت ثابت ہو، ورنہ تو یہ عنعنہ اتصال وسماع پر محمول نہیں ہوگا۔ واللہ أعلم۔

[33] – انظر: ابن رشيد، السنن الأبين: 35، 133، ابن حجر، نزهة النظر: ص 64، المعلمي، التنكيل: (1/84)۔

Aib'n Rasẖyd, Al-Sunin ạl-Aảbaỷn: 35, 133, Aib'n Hajar, Nuz'haẗ ạl-Nāẓar: ṣ 64, ạl-Mu'alĩmī, ạl-Tān'kīl :(1 / 84)۔

(34) – العلائي، جامع التحصيل:(ص117)، الصنعاني، توضيح الأفكار:(1/43)۔

Al-Alāyīyā, Jāmi'a ạl-Tāḥ'ṣīl :(ṣ 117), ạl-Sān'ānī, Tawḍīḥ ạl-Aāf'kār :(1 / 43)۔

(35) – ابن حجر، نزهة النظر:(ص31)، المعلمي، التنكيل:(1/83)۔

Aib'n Hajar, Nuz'hat ạl-Nāẓar :(ṣ 31), ạl-Mu'alīmī, ạl-Tān'kīl :(1 / 83)۔

(36) – انظر: ابن رجب، شرح علل الترمذي(1/364)، العلائي، جامع التحصيل(ص117)، ابن حزم، المحلى(6/11، 16)، ابن القطان، بيان الوهم والإيهام(1/132/ب)، الزيلعي، نصب الراية(2/107)، ابن تيمية، شرح العمدة-كتاب الطهارة (ص171)، ابن جماعة، المنهل الروي(ص48)، المزي، تهذيب الكمال(1/178)، الطيبي، الخلاصة في معرفة الحديث (ص50)، ابن التركماني، الجوهر النقي(1/110)، ابن كثير، الباعث الحثيث(ص43)، الصنعاني، توضيح الأفكار(1/334)، العثماني، شبير أحمد، فتح الملهم(1/40)، السيوطي، الألفية بشرح أحمد شاكر(ص32)، الألباني، ناصر الدين، إرواء الغليل(2/79)۔

Aib'n Rajab, Sharaḥ Alāla ạl-Tīr'midhī (1 / 364), ạl-Alāyīyā, Jāmi'a ạl-Tāḥ'ṣīl (ṣ 117), Aib'n Haz'm, ạl-Muḥalāy (6 / 11, 16), Aib'n ạl-Quṭāạn, Bayān ạl-Wah'm wāl-Aiyhām (1 / 132 / b), ạl-Zāyla'ī, Nuṣib ạl-Rāạyat (2 / 107), Aīna Tīmīāt, Shar'ḥ ạl-Um'dat - Kitāb ạl-Tāhārat (ṣ 171), Aib'n Jamā'at, ạl-Man'hal ạl-Rāwī (ṣ 48), Al-Muzī, Tah'dhīb ạl-Kamāl (1 / 178), ạl-Tāyībī, ạl-Khulāạṣat fī Ma'rifat ạl-Hadyth (ṣ 50), Aib'n ạl-Tūr'kumānī, ạl-Jawhar ạl-Nāqīā (1 / 110), Aib'n Kathīr, ạl-Bā'ith ạl-Hathyth (ṣ 43), ạl-Sān'ānī, Tawḍīḥ ạl-Aāf'kār (1 / 334), ạl-Uth'mānī, Shbyr Aḥmad, Fat'ḥ ạl-Mul'ham (1 / 40), ạl-Sūyūṭī, ạl-Aūffīāt Bishar'ḥ Aḥmad Shākir (ṣ 32), ạl-Aāl'bānīā, Nāṣir ạl-Dīyn, Aiṛ'wā'a ạl-Ghalīl (2 / 79)۔

(37) – ملاحظہ فرمائیں: اللاحم، إبراهيم، شرط العلم بالسماع(ص21، 22)۔

All-Aạhim, Ibrạhym, Shar'ṭ ạl-Il'm biạl-Sāmā'i (ṣ 21, 22)۔

(38) – ارسال کے معنی ہیں: راوی کا اسناد سے اپنے شیخ کو حذف کرکے "شیخ الشیخ" سے براہِ راست "عن" کے ساتھ روایت کرنا، جبکہ اس راوی کا "شیخ الشیخ" سے سماع ولقاء ثابت نہ ہو۔

(39) – انظر: ابن عدي، الكامل في ضعفاء الرجال(1/91)، ابن عبد البر، التمهيد(1/34)، الخطيب، الكفاية في معرفة أصول علم الرواية(ص326)۔

Aib'n Idīyi, ạl-Kāmil fī Du'afā ạl-Rūjāạl (1 / 91), Aib'n Ab'dul-Bar, ạl-Tām'hīd (1 / 34), ạl-Khaṭīb, ạl-Kifāyat fī Ma'rifat Uṣwl Il'm ạl-Rīwāyat (ṣ 326)۔

(40) – ابن حجر، النكت على كتاب ابن الصلاح(2/596)۔

Aib'n Hajar, ạl-Nūkat Alay Kitāb Aib'n ạl-Sūlāạḥ (2 / 596)۔

(41) – ابن أبي حاتم، المراسيل(ص54، 99)، الذهبي، سير الأعلام(6/35)۔

Aib'n Aābī Hātim, ạl-Marāsīl (ṣ 54, 99), ạl-Dhāhabī, Sayr ạl-Aā'lāam (6 / 35)۔

(42) – ابن حجر، نزهة النظر(ص31) والنكت على كتاب ابن الصلاح(2/596)۔

Aib'n Hajar, Nuz'haẗ ạl-Nãẓar (ṣ 31) wāl-Nũkat Alay_Kitāb Aib'n ạl-Sũlāāḥ (2 / 596)۔

(43) – انظر: ابن رشید، السنن الأبین (ص76)، العلائي، جامع التحصیل (ص120)، ابن رجب، شرح علل الترمذي (1/ 371 - 372)۔

Aun'ẓur: Aib'n Rasẖyd, Al-Sunin ạl-Aảbaẙn (ṣ 76), ạl-Alāyỉy, Jāmi'a ạl-Tãḥ'ṣīl (ṣ 120), Aib'n Rajab, Sẖaraḥ Alãla ạl-Tĩr'midẖī (1 / 371 - 372)۔

(44) – السبتي، ابن رشید، السَنَن الأبین: (ص76)، العلائي، جامع التحصیل (ص120)۔

Aun'ẓur: Aib'n Rasẖyd, Al-Sunin ạl-Aảbaẙn:(ṣ 76), ạl-Alāyỉy, Jāmi'a ạl-Tãḥ'ṣīl (ṣ 120)۔

(45) – انظر: ابن رشید، السنن الأبین (ص76)، العلائي، جامع التحصیل (ص120)، ابن رجب، شرح علل الترمذي (1/ 371 - 372)۔

Aun'ẓur: Aib'n Rasẖyd, Al-Sunin ạl-Aảbaẙn (ṣ 76), ạl-Alāyỉy, Jāmi'a ạl-Tãḥ'ṣīli (ṣ 120), Aib'n Rajab, Sẖaraḥ Alãla ạl-Tĩr'midẖī (1 / 371 - 372)۔

(46) – ملاحظہ فرمائیں: الدریس، خالد، موقف الإمامین (ص373)۔

Al-Dārīs, Khālid, Maŵqif ạl-Amāmaẙn (ṣ 373)۔

(47) – النووي، شرح صحیح مسلم (1/128)۔

Al-Nãwawi, Sẖaraḥ Saḥīḥ Mus'lim (1 / 128)۔

(48) – ابن حجر، نزھۃ النظر (ص31) والنکت علی کتاب ابن الصلاح (2/596)۔

Aib'n Hajar, Nuz'haẗ ạl-Nãẓar (ṣ 31) wāl-Nũkat Alay_Kitāb Aib'n ạl-Sũlāāḥ / 2) ۔(596

(49) – انظر: ابن رشید، السنن الأبین (ص135 - 136)، العلائي، جامع التحصیل (ص120، 121)، ابن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح (2/596)۔

Aun'ẓur: Aib'n Rasẖyd,Al-Sunin ạl-Aảbayn (ṣ 135 - 136), ạl-Alāyỉy, Jāmi'a ạl-Tãḥ'ṣīl (ṣ 120, 121), Aib'n Hajar, ạl-Nũkat 'Aay_Kitāb Aib'n ạl-Sũlāāḥ (2 / 596)۔

(50) – مثلاً: دونوں کے درمیان معاصرت کی مدت نسبۃً طویل ہو کہ اتنی مدت میں عدمِ لقاء کا احتمال مستبعد معلوم ہوتا ہے، نیز دونوں کا شہر بھی ایک ہو۔ یا دونوں ایک دوسرے کے قریبی رشتہ دار ہوں، مثلاً: باپ بیٹا یا بھائی وغیرہ کا رشتہ ہو۔

(51) – التتمۃ الثالثۃ الملحقۃ بکتاب "الموقظۃ" (ص137)۔

Al-Tãtimãẗ ạl-Tẖāạlitẖaẗ ạl-Mul'aqaẗ bi-Kitāb" ạl-Mūqiẓaẗ " (ṣ 137)۔

(52) – خامسًا: راقم نے اپنے بعض عرب شیوخ سے سنا کہ بعض اسانید معنعنہ امام مسلمؒ نے فضائل، مناقب، مغازی وغیرہ ابواب میں ذکر کی ہیں۔ واللہ تعالی أعلم۔

(53) – ابن الصلاح، معرفۃ أنواع علوم الحدیث (ص10)۔

Aib'n ạl-Sũlāāḥ,Ma'rifaẗ Aản'wā Ulūm ạl-Hadytẖ (ṣ 10)۔